فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

خدا کے فضل و کرم سے بغرض استفادہ مومنین اور استفاضۂ مسلمین
مسائل مجیرہ معضلۂ مشکلہ کا مجموعہ الموسوم بہ

حصہ اوّل

فتاویٰ حائری
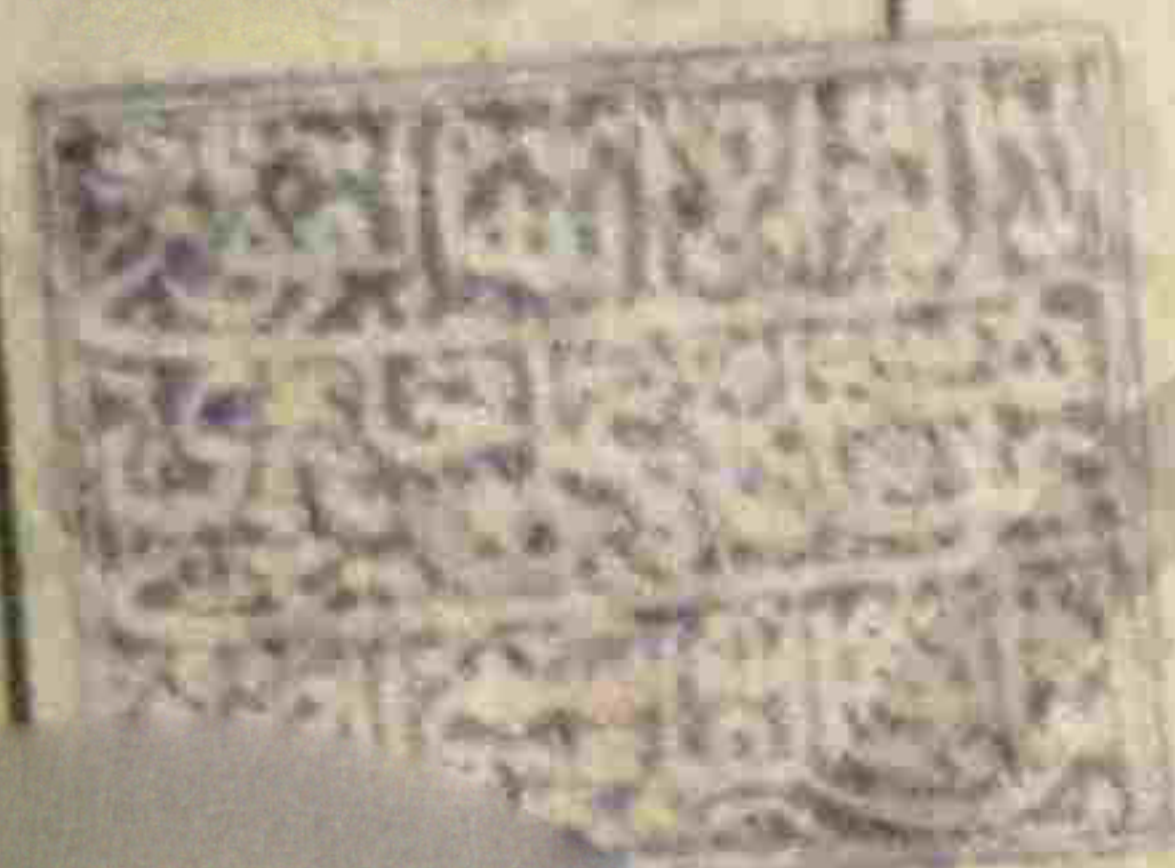
سنہ ۱۳۲۲ھ

مصنفہ شمس الاسلام والمسلمین مرجع الاعلام والمعلمین فخر المحققین
وقمر المدققین صدر الشہیر العلماء و بدر المنیر الفقہاء سرکار شریعتمدار
سلطان العلماء ابو تراب مولینا سید علی الحائری لاہوری

در اسلامیہ سٹیم پریس لاہور طبع گردید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

بحمد اللہ المنعام فی الحال ملک پنجاب اور سندھ بھی اگر دار العلوم سمجھا جاوے تو بجا ہے کیونکہ حضور شمس الاسلام مرجع الانام نور اللیالی والایام بدر التمام فخر المحققین تاج المدققین صدر الشہیر العلما بدر المنیر الفقہا شریعتمدار ہند و پنجاب مکرر سلطان العلما ابو تراب مولینا سید علی الحائری لاہوری مدظلہ کے فیض فیضان سے اکثر اہل پنجاب و سندھ کو علم اور دین کی طرف خاص توجہ ہو گئی ہے اور وقتاً فوقتاً مسائل مشکلہ دین کا استفتاء شریعتمدار حائری سے کرتے رہتے ہیں چنانچہ جب دار الشریعہ لاہور کے دفتر میں بہت سے مسائل جمع ہو گئے تو مخلصین کی خواہش سے شریعتمدار حائری مدظلہ نے ان مسائل کو کتاب کی صورت میں شائع کرنیکا عزم بالجزم کر لیا تخمیناً بارہ[12] حصوں میں یہ کتاب فتاوی حائری کامل ہو جائیگی جسکا یہ پہلا حصہ حسب الارشاد عالی جناب گردون رکاب صدر الابرار و الاعاظم بدر الاخیار و الافاخم عین الاعیان زین الارکان رشید الاوان سعید الزمان مروج الدین و الایمان سلمان نشان سلیمان شان صاحب الفضل و البذل و العرفان عظمت مدار سرکار عالی اقتدار امیر الامراء جناب ہز ہائنس شہزادہ حاجی میر نور محمد خان صاحب ٹالپر سلمہ ربہ سندھ حیدر آبادی تصنیف اور شائع ہو کر ہدیہ ناظرین باتمکین ہوا خداوند عالم تمام اہل اسلام کو استفادہ کی توفیق عطا فرماوے

المشتہر

سید ابو الفضل رضوی القمی لاہور

مبارک حویلی

حصہ اول کتاب

فتاوی حائری

مصنفہ شمس الاسلام سلطان العلماء مولینا

ابو تراب سید علی الحائری لاہوری مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وآلہ اما بعد خادم خدام شرع نبوی ابو تراب سید علی الحائری لاہوری اخوان مومنین کی خدمت میں عرض رسان ہے از آنجا کہ علماء دین وفقہاء شرع متین بمفاد حدیث صحیح علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل انبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ رکھتے ہیں اسی واسطے بمفاد آیہ شریفہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ہر مسلمان ومومن کو زمانہ غیبت امام علیہ السلام میں تمام امور شرعیہ اور مسائل دینیہ میں انہیں کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور جس مسئلہ کا حکم معلوم نہو انہیں سے سوال کرنا چاہئے کیونکہ حضرت

حجۃ اللہ علیہ السلام نے توقیع رفیع میں بشان علماء اعلام فرمایا ہوا ہے
فانہم حجتی علیکم وانا حجۃ اللہ علیہم یعنی یہ علما اسلام میری طرف
سے حجت تم پر ہیں اور میں خدا کی طرف سے حجت علما پر ہوں اور تفسیر
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں وارد ہوا ہے واما من کان من الفقہاء
صائناً لنفسہ حافظاً لدینہ مخالفاً لھواہ مطیعاً لامر مولاہ فللعوام
ان یقلدوہ وذلک لا یکون الا بعض فقہاء الشیعہ یعنی فقہاء میں
سے جو فقیہ اپنے نفس کا صائن اپنے دین کا حافظ اپنے ہوا و خواہش
نفسانی کا مخالف اور اپنے مولا کے حکم کا مطیع ہو پس عوام الناس
پر اسی کی تقلید کرنی واجب ہے جو لوگ کہ بغیر تقلید کرنے کے اپنے
خیال وقیاس سے مسایل بیان کرتے ہیں وہ سخت گناہگار ہیں جیسا کہ
حدیث میں وارد ہوا ہے۔ قال علیہ السلام انہاک عن خصلتین الی ان
قال ان تفتی الناس برایک یعنی امام علیہ السلام نے فرمایا میں منع کرتا
ہوں تمہیں دو خصلتوں سے یہاں تک کہ فرمایا اپنی راے وقیاس سے
ہرگز فتوے نہیں دینا چاہیے الغرض کہ پنجاب و ہند و سندھ میں اکثر
حضرات فضل خدا سے اب پابند تقلید ہوتے جاتے ہیں چنانچہ ہند و سندھ
و پنجاب و احاطہ بنگالہ و اطراف کشمیر و تبت و اضلاع پشاور و کوہاٹ و
غیرہا سے مختلف مسائل دینیہ علم فقہ و اصول و کلام و تفسیر و حدیث وغیرہ
میں اکثر اوقات استفتاء کرتے رہتے ہیں اور خاکسار وقتاً فوقتاً کار
آمد اور مفید عام مسائل کو مع اُن کے جوابات کے اپنے دفتر میں بھی
جمع کرتا رہا جب یہ مسائل ایک کتاب کی صورت میں جمع ہو گئے تو بعض
احباب باوفاء و مخلصان صاحب صفاء نے بصد التماس ان مختلفہ

سبب تصنیف کتاب ھذا

فتاوے مسائل دینیہ کے جمع اور شایع ہونے کی خواہش کی اس وقت خاکسار نے بھی ان مسائل کو مفید عام سمجھکر اُن کے شائع کرنے کا عزم بالجزم کرلیا اور بوجہ تعداد اسماء ائمہ اثنا عشر علیہم السلم کے بارہ عدد متبرک سمجھکر ان مفید عام مسائل کو بارہ حصوں میں شائع کرنے کا ارادہ کرلیا السعی منی والاتمام من اللہ تعالی انشاءاللہ تعالے پس میں نے اس کتاب جان ہدایت اور کان سعادت کو۔ **فتاوی حائری** سے موسوم کیا فعلیہ التکلان فی کل آن وھو المعین فی کل حین وھٰھنا اشرع فی المقصود بعون المعبود فی ھذا المجلد الاول من ھذا الکتاب المستطاب **استفتاء**

مجتہد کے اوصاف اور شرائط

جس مجتہد کی تقلید کرنی واجب ہے کن اوصاف و شرائط سے اُس کا موصوف و مشروط ہونا شریعت میں واجب ہے۔ **جواب**
مجتہد کا دس شرطوں سے مشروط ہونا واجب ہے۔

(۱) تمام عقاید میں امامیہ اثنا عشریہ مذہب رکھتا ہو

(۲) فقاہت اور تمام احکام حضرات ائمہ اطہار علیہم السلم میں پوری معرفت اور اُن کے حلال و حرام میں پورا احتیاط کرتا ہو اس شرط کا حاصل ہونا منحصر ہے دس علموں پر علم لغت عرب۔ نحو۔ صرف۔ منطق۔ رجال۔ اصول فقہ۔ فقہ تفسیر۔ حدیث۔ کلام پس ان علوم پر جب کوئی عارف و حاوی ہو تو اُس کو ایک قسم کی قوت قدسیہ من اللہ موہوب اور عطاء ہوتی ہے۔ جس کی وجہ وہ فروع کو اصول پر رد کر سکتا ہے پس اس سلیقہ سلیمہ کی استقامت سے اشارات کلمات الہی اور احادیث رسالت پناہی سے مطالب و مسائل و احکام شرعی کا

استنباط کر سکتا ہے۔

(۳) لازم ہے کہ مجتہد مطلق ہو نہ مجتہد متجزی۔

(۴) مجتہد کا عادل ہونا واجب ہے اور عدالت ایک قوۃ موہوبہ خدا کی جانب سے ہے جو خوف خدا اور کمال معرفت سے انسان کے قلب میں حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ عادل گناہان کبائر کا مرتکب اور گناہان صغائر پر اصرار نہیں کر سکتا۔

(۵) مجتہد کا بالغ ہونا شرط ہے پس حضرت علامہ حلی اور فاضل ہندی کی مانند اگر کوئی لڑکا نابالغ درجہ اجتہاد تک پہنچے تو بالغ ہونے سے پہلے اس کی تقلید جائز نہیں ہے۔

(۶) شرط ذکوریت یعنی مجتہد مرد ہونا چاہیئے پس اگر عورت درجہ اجتہاد تک پہنچے تو اُس کی تقلید جائز نہیں علی قول۔

(۷) حریت پس اگر مملوک یعنی غلام کسی کا درجہ اجتہاد تک پہنچے تو اُس کی بھی تقلید جائز نہیں ہے علی قول۔

(۸) بعض کے نزدیک مجتہد کا حافظ اور صاحب ضبط ہونا چاہئے یعنی کثیر السہو والشک والنسیان نہیں ہونا چاہیئے۔

(۹) حیات یعنی جس مجتہد کی کہ ابتداءً تقلید کرنا چاہتا ہے اس کا زندہ ہونا شرط ہے پس ابتداء میں میت کی تقلید کرنی جائز نہیں ہے بلکہ بعض کے نزدیک مطلقاً میت کی تقلید کرنی جائز نہیں ہے اس واسطے کہ اذا مات المفتی مات الفتویٰ۔

(۱۰) شرط یہ ہے کہ مجتہد مقبل دنیا پر نہو یعنی ہمت اس کی اوضاع دنیا کے جمع کرنے میں متعارف سے زیادہ نہ ہو اور حواس اُس کے

ایسے امور کی طرف مشغول نہوں جن سے محض دنیاداری سمجھی جاتی ہو
اور امور معاد و معاش اس کے ہیں ان کی ضرورت محسوس نہو اور ایسے
امور کی طرف اس کا دل مایل اور راغب نہو کہ جن میں مصلحت دینیہ
مترتب نہیں اور محبت دنیا اور اس کا عشق من حیث ہی اس کے
قلب میں محکم نہو جس کی علامت یہ ہے کہ اہل دنیاء اس کے نظر میں موقر
اور مرغوب ہونگے ان کے علاوہ مفصل بحث اس مسئلہ کی خاکسار نے
رسالہ تنقید اور نیز رسالہ تنبیہ المومنین میں لکھدی ہے۔
فارجعوا الیہما۔

پس مذکورہ شرائط عشرہ جس شخص میں موجود ہوں اس کی تقلید کرنی
واجب ہے تکمیل اگر دو مجتہدان شرائط عشرہ سے موصوف ہوں تو الاعلم فالاعلم کی رعایت رکھکر جو دونوں میں سے اعلم ہو اس کی تقلید کرنی
واجب ہے واللہ اعلم حررہ علی الحائری للاہوری

سوال۔ مافولکم مدظلکم فی ہذہ المسئلہ کہ ایک مولوی صاحب
پیش نماز جو مجتہدین عراق و ہند کا اجازہ رکھتا ہو لیکن اس کے اعمال و
افعال و اقوال شریعت و عدالت کے خلاف ہوں تو کیا اس کے ساتھ
اقتداء نماز جماعت میں کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ ہرگز اقتداء اس صورت میں جائز نہیں اگرچہ بیسوں اجازے
بھی رکھتا ہو اس بے اعتدالی کی صورت میں وہ اجازہ حجت شرعیہ نہیں
ہو سکتا اس واسطے کہ حضور نبوی فداہ روحی صلعم کے زمانہ سے اس
وقت اور قیامت تک احکام شرعیہ کا مترتب ہونا ظاہر افعال و اعمال و
اقوال رجال پر منحصر ہے کسی کے باطنی خیالات پر اطلاع حاصل کرنے کا

(پیش نماز کے شرائط)

کوئی مکلف نہیں اور نہ کسی طرح ممکن ہی ہو سکتا ہے پس مجتہدین مستندین
نے اگر مولوی صاحب موصوف کا ظاہر اس وقت صالح اور نیک اور
مطابق شریعت دیکھکر سند اور اجازہ پیش نمازی دیدیا ہو تو وہ اجازہ
اسی وقت تک حجت ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ مولوی صاحب مطابق شریعت
عدالت اور حسن افعال ونیکی سے متصف رہے اذلیس فلیس یعنی جس
وقت کہ بے اعتدالی اور بے باکی اور خلاف عدالت و شریعت مولوی
صاحب سے صادر ہوں اجازہ وسند مذکور کی حجیت بھی مرتفع ہوگی چنانچہ
خالد بن ولید کا قصہ اس پر شاہد ہے جس کو سنی اور شیعہ لکھتے ہیں
دیکھو صحیح بخاری مجلد خامس غزوہ طائف باب بعث النبی خالد بن ولید
الی بنی جزیمہ یعنی حضور نبوی فداہ روحی صلعم نے خالد بن ولید کو بنی جزیمہ
کی طرف اپنی طرف سے روانہ کیا جب خالد سے مخالف شریعت امور ظاہر
ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونو ہاتھ بلند کر کے عرض کیا اللھم
انی ابرء الیک مما صنع خالد بن ولید یعنی خداوندا میں برائت چاہتا ہوں
جو کچھ کہ خالد بن ولید نے کیا۔ اسی طرح حضرات ائمہ اطہار علیہم السلام نے
اپنے اصحاب کو بعد اجازہ دینے کے جب کسی سے بے اعتدالی ظاہری ہوئی
تو برائت چاہی ہے اور اُس کو معزول کردیا ہے پس بمفاد آیہ ولقد کان
لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ہمیں نیک پیروی حضور نبوی اور اُن کی
اہلبیت پاک کی ہونی چاہیئے کہ جو مولوی صاحب باوجود اجازہ وسند پیش نمازی
کے مخالف عدالت و شریعت کرے اس سے بیزاری حاصل کریں فانہ ولی
التوفیق واللہ اعلم حررہ علی الحائری لاہوری

سوال۔ خدا کی ذات کی کن الفاظ میں تعریف کرنی چاہیئے جو شریعت

کے مطابق ہو صحت اعتقاد کے واسطے کافی ہو سکے۔

جواب - پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا جسم اور جسمانی لوازمات سے مجرد اور اور مبرا ہے اس واسطے اس کے کنہ ذات کا علم انبیاء و ملائکہ کو بھی بالکل نہوا اور حضور علیہ السلم نے فرمایا ہے ما عرفناک حق معرفتک یعنی جو حق تیری معرفت کا تھا وہ ہمیں بھی حاصل نہوا یہ کنہ ذات باری کی طرف اشارہ ہے پس ہر جگہ معرفت ذات خدا سے مراد معرفت بالصفات ہے پس مطابق شریعت تعریف ذات خدا اس طرح ہو سکتی ہے اللہ ذات واجبتہ دائمتہ قائمتہ بنفسہا مستجمعتہ لجمیع الصفات الکمالیۃ و الجمالیۃ مجردۃ عن الجسم وعن لوازمہ یہی صحیح تعریف ہے اور اسی پر اعتقاد ہونا چاہیئے۔ ترجمہ یعنی اللہ ایسی ذات پاک کا نام ہے کہ جس کا ہمیشہ ہونا واجب و فرض ہے اس کا وجود پاک اپنے وجود سے تعلق رکھتا ہے یعنی کسی امر میں غیر کا محتاج نہیں اس کی ذات پاک ہر ایک صفت کمال کی جامع ہے جسم اور جسمانی تمام لوازمات سے مجرو اور منزہ ہے ہم نے کتاب **منہاج السلامیہ** میں مفصل بحث اس مسئلہ پر کی ہے واللہ اعلم حررہ علے الحائری لاہوری

سوال - اہل اسلام کے نزدیک مسئلہ توحید پر عقلی کیا دلیل ہے اگر خدا کو ایک نہ مانا جائے تو کیا نقصان لازم آتا ہے۔

جواب - اسلام میں بیسیوں دلیلیں ثبوت توحید پر موجود ہیں جن میں سے بہت سی دلیلیں خاکسار نے اپنی متعدد تصنیفوں میں درج کی ہیں۔ اس جگہ بہت مختصر چند دلیلیں آپ کے ملاحظہ کے واسطے درج کرتا ہوں۔

اول - عقلاء کے نزدیک جو شئے کہ متصور ہو سکتی ہے دو حالت سے خالی

خدا کے ذات کی تعریف اور اس کی معرفت کا مراد

نہیں یا درحقیقت بذاتہ اس شئے کا وجود بغیر علت اور سبب و مادہ و اعتبارات خارجہ کے ہوگا۔ یا اُس کے برعکس پس پہلے قسم کو واجب الوجود واجب بالذات کہتے ہیں جو ذات وصفات ہیں واحد و یگانہ ہونا چاہئے ورنہ پھر وہ پہلی قسم میں داخل نہو گا اور دوسرے قسم کو ممکن الوجود کہتے ہیں جو وجود و ایجاد و ایلاد و تخلیق و موت و حیات وغیرہا تمام امور میں پہلی قسم کے واجب الوجود کا محتاج ہے جس کو بالمشاہدہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مثلاً تمام ممکنات و موجودات و مخلوقات جن کو ہم ممکن الوجود کہا کرتے ہیں وجود و ایجاد و تخلیق و ایلاد و موت و حیات وغیرہا میں ایک ایسے وجود کی طرف محتاج ہیں جو ان کی طرح کسی کا محتاج کسی بات میں نہو اسی کو واجب الوجود کہتے ہیں جو ذات وصفات میں واحد اور تنہا ہونا چاہئے۔

دوم۔ بفرض محال اگر دو خدا ہوتے پس یا دونوں کا ارادہ ایک ہی کام میں موافق ہوگا یا مخالف ہوگا۔ پہلی صورت کا بطلان اس طرح لازم آتا ہے کہ ایک فعل دو علتوں اور دو ارادوں سے کس طرح حادث ہو سکتا ہے یہ محال و ممتنع ہے اور دوسری صورت میں آپس میں مخالفت و نفاق لازم آئیگا اور انتظام عالم میں فساد واقع ہوگا جس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ ہے۔ لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا

حررہ علی الحائری لاہوری

سوال۔ شیعہ کس طرح باغ فدک کو حق فاطمہ زہرا اور ابو بکر کو غاصب سمجھتے ہیں حدیث میں ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث الخ اس خیال کے تردید میں اہل سنت پیش کرتے ہیں۔

تحقیق مسئلہ فدک

جواب - یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ لا یجوز تفسیر القرآن الا بالنص الصریح
او الاثر الصحیح کما نقلہ السیوطی وغیرہ یعنی قرآن مجید کی تفسیر کرنی
جائز نہیں ہے مگر ساتھ حدیث صحیح کے جس کو اسلامی ہر فرقے نے نقل کیا ہو
پس (لا نورث) والی ایک حدیث جس کو کہ صرف ایک فرقہ اہل سنت
نے نقل کیا ہے غیر مذاہب کے واسطے کسی حالت میں حجت نہیں ہو سکتی۔ آپ
سنئے محدثین فریقین لکھتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلعم قد کثرت علی الکذابون
فاذا جاءکم عنی حدیث فاعرضوہ بکتاب اللہ ان طابق فخذوہ و اعملوہ و
ان خالف فاترکوہ واضربوہ الجدار یعنی فرمایا حضور نبوی صلعم نے
کہ جھوٹی حدیثیں بنانے والے بہت ہو گئے ہیں پس میری طرف سے جو حدیث
تمہارے واسطے بیان کی جاوے اس کا آیات قرآن مجید سے مقابلہ کیا
جاوے اگر موافق ہو تو پکڑ لو ورنہ چھوڑ دو پس مرویہ ابوبکر لا نورث والی
حدیث قرآن مجید سے مخالف ہونے کی وجہ قاعدہ مذکورہ کے مطابق موضوع
ہے دیکھو قرآن۔ وللرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون
وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر
نصیبا مفروضا (سورہ نساء) اس حکم میں پیغمبر یا آل پیغمبر علیہم السلام کیواسطے
کوئی استثناء نہیں کیا گیا پس یہ میراث کا حکم نبی اور امت کے واسطے
مساوی ثابت ہے زمانہ آدم سے حضرت محمد صلعم تک تمام انبیاء علیہم
السلام میں وراثت جاری رہی ہے دیکھو آیہ شریفہ و ورث سلیمان داؤد
اس جگہ سلیمان نبی کا وراثت لینا اور داؤد نبی کا وراثت دینا ثابت ہو گیا
ایضاً دیکھو آیہ شریفہ جس میں حضرت زکریا کا اپنے بیٹے یحییٰ کے واسطے
دعا کرنا اس طرح وارد ہوا ہے فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث

[illegible]

آل یعقوب جمہور مفسرین نے اس آیہ کے اس طرح معنی کئے ہیں معناہ
یرث مالی ویرث من آل یعقوب النبوۃ والحبورۃ محصل لیحیٰ میراث
ذکریا پس حضرت صدیقہ فاطمہ زہراء علیہا السلام برخلاف قران مجید کے
صرف ایک مدعا علیہ کے منقولہ حدیث اور مخالف مضمون قران کے
کیوں محروم الارث سمجھا جاوے یہ عمداً آل رسول کی حق تلفی کرنا ہے اس
کے علاوہ فاطمہ زہراء علیہا السلام پنجتن میں سے ہے اُن کے حق میں نص آیہ
تطہیر انما یرید اللہ الخ عصمت وطہارت ثابت ہے جس کا نتیجہ یہ
ہے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے اب دیکھئے کہ یہ معصومہ مطہرہ اگر
فدک کو اپنا حق نہ سمجھتے تو اُس کے طلب کرنے میں باوجود قوۃ عصمت و
طہارت کے کیونکر جھوٹا دعوے کرتی کیا اس صورت میں ایک سچا مسلمان
اور با انصاف ویندار جانبین میں سے کس کو حق پر سمجھیگا کیا پیغمبر کے
جگر کا ٹکڑا جس کو بخاری میں فاطمۃ بضعۃ منی فرمایا ہے اور اس کی عصمت
وطہارت وصداقت پر انما یرید اللہ الخ نازل ہوئی ہو یا کہ اس کے
جانب مقابل کو جو کہ ایک معمولی سا صحابی غیر معصوم تھا دیکھو بخاری فاطمہ
کے دعوے فدک میں یہ حدیث مذکور ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کے جواب میں
جب نحن معاشر الانبیاء لا نورث والی حدیث پیش کی فغضبت فاطمۃ
علےٰ ابی بکر ولم تتکلم حتیٰ ماتت یعنی پس غضبناک ہوئی فاطمہ ابوبکر پر
اور تا زمانہ موت تک کبھی ابوبکر سے ہمکلام نہ ہوئیں اور اُسی بخاری میں اسی
جگہ یہ حدیث بھی موجود ہے۔ قال رسول اللہ صلعم فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبہا
فقد اغضبنی ومن اغضبنی فقد اغضب اللہ یعنی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا
ہے جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے

صداقت فاطمہ و کذب جانب مقابل در دعوئے فدک

غضبناک کیا اُس نے خدا کو غضبناک کیا اب اس میں اشکال ہی کیا باقی رہ
گیا کہ بخاری سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دعوئے فدک میں ابوبکر نے فاطمہ کو
غضبناک ایسا کیا کہ مرتے دم تک اُس سے ہمکلام نہ ہوئیں اور بخاری
سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فاطمہ کو غضبناک کرنا کوئی معمولی سی بات نہیں
بلکہ اُن کا غضبناک کرنا پیغمبر کو غضبناک کرنا اور خدا کو غضبناک کرنا ہے
عجب حال ہے ان لوگوں کا خود ان کتابوں کا نام صحاح رکھتے ہیں اور
جب ان کے صحاح سے اُن کو حدیثیں نکال کر دکھائی جاتی ہیں تو اغماض
وچشم پوشی کرتے ہیں۔ الا من اتی اللہ بقلب سلیم و اللہ یھدی الی سبیل
الصلوٰۃ علیھم حررہ علی الحائری لاہوری

سوال۔ یہ فدک اگر حق اہل بیت علیہم السلام کا ہوتا تو امیر المومنین علیہ
علیہ السلام اپنے زمانہ خلافت میں فدک کو ضرور اپنے تصرف میں لے
آتا اذلیس فلیس۔

جواب۔ امیر المومنین فداہ روحی بے شک قبضہ فرماتے مگر وصیت
پیغمبر مانع ہوئی کیونکہ فتح مکہ کے روز علی علیہ السلام نے حضور نبوی روحی
فداہ کی خدمت میں عرض کیا کہ جو منزل بیں اندر مقام ہمارے سے مخالفوں
نے چھین لیا ہوا ہے اسی جگہ ہم مقام کریں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا نہیں
اے علی ہم وہ اہل بیت اطہار ہیں جو چیز ایک مرتبہ ہم سے غصب کی جاوے
پھر ہم اس کا قبضہ نہیں کیا کرتے یہی وجہ ہے کہ زمانہ اقتدار و تمکن میں
بھی اس مغصوب باغ فدک کو امیر المومنین نے اپنے تصرف میں نہیں لایا
تاریخ اعثم کوفی اور واقدی وغیرہما سے مفصل معلوم ہو سکتا ہے واللہ اعلم
حررہ علی الحائری لاہوری

علی نے زمانہ خلافت میں کیوں فدک پر قبضہ نہ کیا

سوال - اباء نبی اور ابوطالب پدر امیر المومنین علے علیہ السلم کے
ایمان میں سنی شیعہ کو اختلاف ہے شیعہ کے نزدیک اُن کے
ایمان پر کیا دلیل ہے۔

جواب - تمام اہل تشیع اور محققین اہل سنت کے نزدیک اباء
نبی اور ابوطالب کا اسلام و ایمان ثابت ہے جیسا کہ امام جلال الدین
سیوطی نے رسالہ اسلام اباء نبی صلعم میں چار طریق سے اس کا ثبوت
دیا ہے۔

طریق اوّل - حضور فداہ روحی کے آبا دادراک نبوت سے پہلے دنیا سے
گذر گئے تھے پس اُن کو اُس وقت تک دعوت نہ پہنچی تھی لہذا ایسے
لوگ نہ معذب ہیں نہ مکلف بقولہ تعالے وماکنا معذبین حتی نبعث
فیھم رسولا یعنی ہم عذاب نہیں کرتے کسی کو جب تک کہ اُن کی طرف
ہم اپنا رسول نہ بھیج لیں۔

طریق دوم - عبد المطلب اور ابوین نبی زمانہ فترۃ پیغمبر میں تھے لہذا
اکثر اخبار میں آیا ہوا ہے کہ روز قیامت میں اُن کے ایمان کا امتحان ہوگا۔

طریق سوم - عبد المطلب اور ابوین نبوی اور ابوطالب بعد مرنے کے
قبر میں جب زندہ ہوئے تو وہاں اُنہوں نے تصدیق کی اور خدا اور رسول
پر ایمان لایا ہے۔

طریق چہارم - تمام اباء نبی اور ابوطالب حضرت ابراہیم علیہ السلم کے
بعد ملت ابراہیمی پر مومن موحد تھے جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور قیس
بن ساعدہ اور ورقہ بن نوفل وغیرہم مومن موحد اور انبیا علے انفسہم
تھے اما آزر حضرت ابراہم کا والد نہ تھا جو بت تراش ہونے کی وجہ

محل اعتراض ہو بلکہ ابراہیم کا چچا تھا اور والد آنحضرت کا تارخ مومن
موحد تھا یہی اعتقاد سیوطی اور امام رازی کا بھی ہے اس پر احتجاج چند
وجہ سے کیا جاسکتا ہے منہا آیہ شریفہ الذی یراک حین تقوم
وتقلبک فی الساجدین اس کے معنی میں کہا گیا ہے انہ کان
ینقل نورہ من ساجد الی ساجد یعنی حضور علیہ السلام کا نور مطہر
ایک ساجد کی پشت سے دوسرے ساجد کی پشت میں منتقل ہوتا رہا
ہے منہا قال صلعم لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی
ارحام المطہرات یعنی ہمیشہ سے میرا نور پاک پشتوں میں ہوتا
ہوا پاک رحموں میں پہنچا ہے اور خدا فرماتا ہے انما المشرکون
نجس اب اگر آباء پیغمبر مشرک اور کافر ہوتے تو نجس ہوتے پیغمبر نے پھر
اُن کو کیونکر پاک قرار دیا ہے - اب رہا حضرت ابو طالب کا ایمان
پس وہ بھی شیعہ اور محققین اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے اور
ابوطالب کے حالات اور مقالات اس کے اسلام و ایمان پر شاہد ہیں
دیکھو مجلد اول مسلم عثمان سے مروی ہے قال رسول اللہ صلعم
من مات و یعلم انہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ اور ابوطالب کے
اقرار توحید پر محققین قایل ہیں دیکھو مسلم - مواہب لدنی - دلایل
ابو نعیم - دلایل بیہقے بشائر المصطفے - اسنی المطالب ان النبی صلعم
حضر اباطالب عند الموت و عندہ ابوجہل و عبد اللہ ابن ابی
امیہ المخزومی فقال لہ النبی ای عم قل لا الہ الا اللہ اشہد بہا
لک عند اللہ فقال ابوجہل و عبد اللہ ابن ابی امیہ یا اباطالب
اترغب عن ملت عبد المطلب فلم یزل الامر دا ئرحتی قال ابوطالب علی

۲ اسلام و ایمان و کلمہ گفتن ابوطالب

ملت عبد المطلب ثم لما تقارب من ابی طالب الموت نظر الیه
العباس فراٰه یحرک شفتیه فاصغی الیه باذنه منه الشهادة فقال
النبی یا بن اخی واللہ لقد قال الکلمة التی امرته بها ولم یصرح
من لا الٰه الا اللہ لکونه لم یکن مسلم یعنی ابو طالب کے انتقال
کے وقت حضور نبوی صلعم تشریف لائے اور اس وقت عبد اللہ بن
امیه اور ابو جهل اس جگہ موجود تھے پس حضور فداہ روحی نے ابو طالب
سے فرمایا اے عم کلمہ توحید پڑھ تاکہ میں حضور پروردگار میں تیرے
اسلام پر شہادت دوں۔ ابن امیه اور ابو جهل نے اس وقت کہا اے
ابو طالب کیا عبد المطلب کی ملت سے پھر چلا ہے یہ کہکر دونوں کافر
وہاں سے چلے گئے اور ابو طالب بھی قریب الموت ہوا پس اس کے
بھائی عباس نے دیکھا کہ ابو طالب کے دونو لب حرکت کرتے ہیں جب
عباس نے نزدیک ہو کر کان دیا تو معلوم ہوا کہ ابو طالب کلمہ لا الٰہ
الا اللہ پڑھتا ہے پس پیغمبر صلعم سے عرض کیا کہ ابو طالب کلمہ توحید
پڑھتا ہے۔ مودة القربیٰ میں ہمدانی مسلم اور سید احمد زینی سے
روایت کرتا ہے نزل جبرائیل علی رسول اللہ فقال ان ربک یقرء
علیک السلام ویقول انی حرمت النار علی صلب انزلک وبطن
حملک وحجر کفلک جواهر السنیه اور عمدة المطالب فی اسلام
ابیطالب میں اس قدر زیادہ کیا ہے فالصلب صلب عبد اللہ و
البطن الذی حملک فامنة بنت وهب وحجر کفلک فحجر ابیطالب اس
حدیث قدسی سے عبد اللہ اور آمنہ اور ابو طالب کا ناجی اور جنتی ہونا
ثابت ہے۔ مواهب اور روضة الاحباب اور مدارج النبوة

احادیث مختلفہ در اسلام ابو طالب

معارج النبوۃ - تذکرہ خیبی ابن جوزی وغیرہا میں محمد بن اسحاق سے مروی ہے - ان اباطالب قد اسلم عند الموت یعنی تحقیق ابو طالب نے مرتے وقت اسلام قبول کیا اور انہیں مذکورہ کتابوں میں واقدی سے نقل کیا گیا ہے قال علی علیہ السلام لما توفی ابو طالب اخبرت رسول اللہ صلعم فبکی بکاءً شدیداً ثم قال اذھب فغسلہ وکفنہ ووارہ غفر اللہ لہ ورحمہ یعنی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جب میرے والد ابو طالب کا انتقال ہوا تو میں نے جناب نبوی صلعم کو خبر دی حضور علیہ السلام اس خبر وحشت اثر سے سخت روئے اور فرمایا اے علی جا اور اس کو غسل وکفن دہ دفن کر خدا اُس کو مغفرت ورحم کرے ایضاً واقدی نے روایت کیا ہے ان عباساً عارض رسول اللہ جنازۃ ابیطالب قال وصلت رحمک اللہ وجزاک اللہ یا عم خیراً - اب اس میں اشکال ہی کیا باقی رہ گیا ہے اگر عیاذاً باللہ ابو طالب کافر ہوتا تو حضور نبوی اس کے حق میں غفر اللہ ورحمہ ہرگز نفرماتے اہل بصیرت و معرفت پر ابو طالب کا اسلام پوشیدہ نہیں فالعاقل تکفیہ الاشارۃ واللہ اعلم حررہ علی الحائری لاہوری

سوال - شیخ عبد القادر بغدادی کی سیادت میں شیعہ کا کیا اعتقاد ہے اہل سنت کے نزدیک تو آپ سید جلیل القدر مانے جاتے ہیں -

جواب - شیخ صاحب مذکور کی سیادت شیعوں کے نزدیک ثابت نہیں بلکہ اہل سنت جماعت کے درمیان بھی اختلاف ہے دیکھو کتاب ذہب الانساب کے فصل عاشر میں اولاد امام حسن کا ذکر کرتے ہوئے شیخ مذکور کی نسبت لکھتے ہیں اما کون شیخ عبد القادر الجیلانی فاطمیاً ام لا ففی

عبد القادر کے نسب کی تحقیق

اہل الانساب خلاف یعنی عبد القادر کے سید اور نا سید ہونے میں اہل انساب کو اختلاف ہے اور عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی طالب اولاد امام حسن مجتبےٰ کی نسب میں شیخ صاحب کی نسبت بہت کچھ لکھکر دعوےٰ نہیں کیا ولا احد من اولادہ اور اس کی اولاد میں سے بھی کسی نے دعوےٰ نکیا مگر شیخ صاحب کے نبیرے قاضی نے دعوےٰ سیادت کا کیا ولم یقیم علیہا بینۃ لکن وہ اپنے دعوےٰ سیادت کے ثبوت میں کوئی دلیل قائم نکرسکا اور بغداد میں قدیم سے اس وقت تک فاطمی کو مرزا و شریف و سید سے یاد کرتے ہیں اور غیر فاطمی کو شیخ کے نام سے لکھنے اور پکارا کرتے ہیں چنانچہ کل ملک عرب میں عبد القادر صاحب کو اس وقت تک شیخ کے نام سے ہی پکارتے ہیں کوئی عرب اُن کو بلفظ سید نہیں پکارتا واللہ اعلم حررہ علی الحائری لاہوری۔

سوال۔ عبد اللہ چکڑالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی حدیث کو حجت نہیں سمجھتے صرف قرآن مجید کو کافی سمجھتے ہیں کیا یہ ان کا عقیدہ صحیح اور مطابق اسلام کے ہے یا نہیں۔

جواب۔ مستعیناً برب الکعبہ عقیدہ مذکورہ ان لوگوں کا باطل اور محض غلط ہے کیونکہ قران مجید ایک عظیم الشان معجزہ نبوت ہے جسکی تشریح و توضیح حدیث نبوی کرتی ہے بہت سے قرآنی مضامین ایسے ہیں کہ بغیر تسلیم کرنے احادیث کے ان میں ہم کامیاب نہیں ہوسکتے جیسے مثلاً تعداد و رکعات نماز یا شرائط صوم یا نصاب زکوٰۃ یا مناسک حج وغیرہ ایسے امور میں سے ہیں کہ اگر حدیث کو بالکل ترک کیا جاوے تو ان مذکورہ مطالب کا ثبوت دنیا نہایت ہی مشکل ہو جاوے کیونکہ

قرآن مجید میں ان تشریحات کا ذکر کہاں ہے اصول مطالب شرعیہ کا مجملاً
قرآن میں ذکر کیا گیا ہے مگر مفصل تشریح مفسر حقیقی سرخیل انبیا علیہ السلام نے
احادیث میں کی ہے سو یہ وجہ ہے کہ بغیر تسلیم کئے حدیث کے چارہ نہیں
ورنہ چکڑالوی صاحب اور قادیانی صاحب کو سخت مشکل پیش ہوگی اور وہ
کسی صورت میں بھی اپنے اس دعوے میں کامیاب نہیں ہو سکتے قرآن
مجید مختلف قسم کے آیات پر متضمن ہے قرآن میں تنزیل ترتیل تاویل تفسیر
خاص و عام اجمال و تفصیل محکم متشابہ فیہ محکمات و اخر متشابہات لئے
ان ذال ولا یعلم تاویلہا الا اللہ والراسخون فی العلم تو اب غور کیجئے
ایسی کتاب حاوی علوم و آیات مختلفہ محکمات و متشابہات کو بغیر تشریح کئے
مفسر حقیقی کے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے نعوذ باللہ میرا یہ اعتقاد نہیں کہ قرآن
ناقص ہے نہیں ہرگز نہیں بلکہ قرآن جامع اور حاوی ما تحتاج الیہ الخلق
ہے لیکن ایسے معدن جمیع علوم مخزن سائر فنون کو ہر شخص بذاتہ سمجھ نہیں
سکتا اور آیات متشابہات میں بذات خود کوئی شخص فیصلہ نہیں کر سکتا جب
تک کہ مفسران حقیقی جن پر اور جن کے گھر یہ قرآن نازل ہوا ہے اس کے
مفصل احکام اور اس کے آیات متشابہات کا قطعی فیصلہ ہمیں نہ بتاویں
اس لئے کہ اہل البیت ادری بما فی البیت یہ ایک مصدقہ اور قطعی
مثال ہے جس کے فقرات بالکل درست ہیں کہ صاحب خانہ جس طرح اپنے
گھر کا حال جانتا اور سمجھتا ہے ویسا کوئی دوسرا خانگی حالات پر کسی کی پوری
اطلاع نہیں رکھتا اسی دلیل سے محمد و آل محمد علیہ السلام کی تفسیر کے بغیر بذاتہ
کماحقہ علوم قرآن خصوصاً آیات متشابہات کی حقیقت پر کوئی شخص پوری
واقفیت نہیں پیدا کر سکتا انہیں کی نسبت قرآن مجید تعلیم دیتا ہے

لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم وہ راسخان فی العلوم
یہی حضرات ہیں ورنہ خرط القتاد کیونکہ وہ اس کا اپنا زعم وقیاس
ہو گا جس کو قطعی طور پر مقصود خدا سمجھنا عین خطاء ہے بس اس سے اب
نتیجہ نکال لو اور خوب سمجھ لو کہ یہ تفرقہ امت محمدی چکڑالوی اور قادیانی ایسے
خود غرضوں کے خیالات ومقالات کی وجہ سے ہوا ہے اور ان کا ایسا کہنا کوئی
تازی بات نہیں بلکہ سنت عمری کا احیاء کرنا اُن کا اصلی مقصود ہے دیکھو
کتاب الملل والنحل شہرستانی اور سر العالمین امام غزالی اور اواخر
کتاب دلائل النبوۃ امام حافظ ابو بکر بیہقی اور کتاب مشکوۃ اور صحیح بخاری
مجلد خامس ۳ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ بمبئی اور صحیح مسلم مجلد ثانی اواخر کتاب الوصیۃ
ص ۴۲-۴۳ مطبوعہ نولکشور ابن عباس سے منقول ہے قال لما حضر رسول اللہ
صلعم وفی البیت رجال فیہم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم ھلم اکتب
لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال عمر ان رسول اللہ صلعم قد غلب علیہ
الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا
منہم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ کتابا لن تضلوا بعدہ
ومنہم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند رسول
اللہ صلعم فقال قوموا قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان
الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ وبین ان یکتب لہم ذلک
الکتاب من اختلافہم ایضاً مسلم ص ۴۲ میں لکھا ہے عن سعد ابن
جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکے حتی
بل دمعہ الحصے فقلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس قال اشتد برسول
اللہ صلعم وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی

چکڑالوی کا حدیث ترک کرنا یہ نئی بات نہیں کچھ خطا ہے

فتنازعوا وما ینبغی عندہ نبی تنازع وقالوا ماشانہ اھجر استفھموہ

خلاصہ ترجمہ حدیث مذکور کا یہ ہے کہ حضور نبوی صلعم جب مرض الموت

میں مبتلاء ہوئے تو کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ کے تمسک کرنے

کے واسطے چاہا کہ نص خاص کرے تا انتقال پر ملال آنحضرت کے بعد

بسبب اختلاف واقع ہونے کے امت میں فساد نہو اور قیامت تک

امت ضلالت اور ہلاکت سے محفوظ رہے پس اس وقت کاغذ دوات

وقلم حضور فداہ روحی نے اصحاب سے طلب کیا اور فرمایا کہ میں ایسی وصیت

تمہاری بہتری کے واسطے لکھنا چاہتا ہوں کہ بعد اس کے ہرگز قیامت

تک تم لوگ گمراہ نہیں ہو سکتے اس وقت اس مکان میں بہت سے

اصحاب تھے ان میں سے عمر ابن الخطاب وصیت پیغمبر صلعم کے لکھا

جانے سے مانع ہوا اور کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلم پر درد کا غلبہ ہوا

ہے اے لوگو تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور وہ ہمارے واسطے

کافی ہے وصیت پیغمبر صلعم کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد لوگوں

میں ایک شور ہوا اور اختلاف واقع ہوا بعض کہنے لگے کہ عمر کا قول درست

ہے اور بعض کہتے تھے کہ نہیں بلکہ حضور علیہ السلم ہر صورت میں مقدم

ہیں انہیں کا فرمان حق اور درست ہے اس نزاع سے حضور فداہ روحی

سخت دل تنگ ہوئے اور فرمایا کہ میرے سامنے سے اٹھ جاؤ پیغمبر کے

حضور میں نزاع اور جنگ کرنا مناسب اور جائز نہیں پس اس وقت

ابن عباس نے کہا کہ ہمارے اور حضور پیغمبر کی وصیت کے درمیان عمر

کا حائل ومانع ہونا سخت مصیبت تھی یہ کہے جاتا تھا اور روتے جاتا تھا

اس قدر رویا کہ مسجد کے سنگ ریزے ابن عباس کے اشکوں سے تر ہو گئے

عمر خطاب بھی جاہل ہوگا اتنا صرف قرآن ہی کو سمجھا حدیث کو نہیں

انتہے اب غور کرو خدا تو قرآن مجید میں اپنے حبیب کے حق میں فرماتا ہے
وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی ہمارا پیغمبر کسی وقت
بھی نفسانی خواہشوں سے کوئی بات نہیں کرتا بلکہ ہماری وحی ہمیشہ اُن کا
کلام ہوا کرتا ہے اگر خدا سچا اور قرآن پر بھی آپ کا سچا اعتقاد ہے تو فرمائیے
عمر ابن خطاب نے حضور علیہ السلم کے کلام کو کیوں رد کیا اور ان کی وصیت
کے لکھے جانے سے کیوں منع کیا تعجب ہے کلام نبی خیر الانام صلعم کو خدا تو
اپنی وحی سے تعبیر کرے اور عمر بن خطاب ان کے کلام کو ہذیان قرار دیوے
اس کے علاوہ حدیث الیٰ ادعلینا کالی ادعلے اللہ کو بھی یہ لوگ بھول
گئے اور بوجہ تردید کرنے کلام خیر الانام علیہ السلم کے فقرہ الی ادعلے اللہ
کی بھی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی ذرا غور کا مقام ہے کہ ان تمام بے
اعتدالیوں کے علاوہ قرآن مجید میں منجملہ آداب مجالست ومصاحبت
پیغمبر صلعم کے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق
صوت النبی یہ آیہ شریفہ مقتضے اپنی عام ہے کہ پیغمبر صلعم کی آواز
سے کوئی امتی اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور ان خود غرضوں نے رفع
صوت کے علاوہ جنگ وجدال اور تنازع کرنا حضور فداہ روحی کے
سامنے شروع کر دیا یہ کیسا ایمان اور یہ کیسی فرماں برداری ان لوگوں
کی تھی جب قرآن مجید میں صریح حکم آچکا ہے کہ ما اتیکم الرسول
فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلم
جو کچھ تمہیں کہے اسے پکڑ لو اور جس بات سے تمہیں روکے اُس سے
پیچھے رہو جب یہ صاف اور صریح حکم اطاعت پیغمبر کا آچکا ہے تو عمر خطاب
کا وصیت اور حکم نبی کو روکنا اس آیت کی صریح مخالفت نہیں تو کیا ہے۔

مخالفت بعض اصحاب پیغمبر

ایک عقلمند منصف کے واسطے تو اُن کی ایمانداری اور خدا کی فرمانبرداری معلوم کرنے کے واسطے اسی قدر کافی ہے اس جگہ زیادہ نہیں لکھ سکتا البحث مقام آخر خاکسار نے اثبات اعجازیت قرآن اور اس مسئلہ قرطاس کی تحقیق میں رسالہ خوادق البولرق لکھدیا ہے۔ فارجعوا الیھا حررہ علے الحایری لاہوری

سوال۔ احراق جناب فاطمہ علیہم السلام کی نسبت جب میں نے اپنے ہم مذہب اہل سنت جماعت کے بعض علماء سے دریافت کیا تو بعض علماء نے صریح انکار کیا کہ یہ شیعوں کا محض بہتان اور افتراء خلیفہ ثانی حضرت عمر پر ہے اسلامیہ کتب سے یہ ہرگز نہیں پایا جاتا اور جن بعض فضلاء نے اس حیرت خیز واقعہ کی تصدیق کی بھی تو ساتھ اس کے ضعیف ہونے کا اقرار کیا میں نہیں جانتا اس واقعہ کی اصلیت کس حد تک ہے براہ مہربانی یہ اصل واقعہ مع حوالجات صفحات کتب معتبرہ اہل سنت تحریر فرماویں فقط

جواب۔ بعون اللہ الوھاب اس واقعہ ہائلہ کو اکثر محدثین معتبرین اہل سنت جماعت نے مفصل درج کیا ہوا ہے بعض کا انکار کرنا یا اس کو ضعیف قرار دینا اُن کی کم اطلاعی پر دلالت کرتا ہے دیکھو۔ تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ مصر میں مذکور ہے قاقبل عمر بشئ من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمۃ و قالت این ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال او ید خلوا فیما دخل فیہ الامۃ یعنی پس متوجہ ہوئے عمر تھوڑی سی آگ لیکر تا کہ گھر کو جلادیں پس حضرت زہرا فاطمہ طاہرہ علیہا السلم تشریف لائیں اور فرمایا انہوں نے اے عمر خطاب کیا

سوال درجواب احراق جناب فاطمہ

ہمارا گھر پھونکنے کا ارادہ کیا ہے کہا بے شک گھر پھونک ڈالوں گا نہیں تو یہ سب بھی داخل ہو جاویں جس میں کہ داخل ہوئی امت یعنی یہ سب ابو بکر سے بیعت کریں جیسا کہ اور امت نے کی ہے علاوہ اس کے امام عبد الکریم شہرستانی سنی المذہب کتاب الملل و النحل صفحہ ۴۰ مطبوعہ لنڈن میں قول نظام کا اس طرح لکھتا ہے فقال النظام ان عمر ضرب بطن فاطمہ علیہا السلم یوم البیعۃ حتی القت المحسن من بطنھا وکان یصیح احرقوا الدار بمن فیھا وما کان فی الدار غیر علی و فاطمہ و الحسن و الحسین یعنی پس کہا نظام نے کہ عمر نے بطن شریف حضرت صدیقہ فاطمہ زہرا پر بروز بیعت ایسے ضربت لگائی کہ بسبب اس کے اسقاط حمل ہوا اور حضرت محسن شہید ہو گئے اور عمر نے باواز بلند لوگوں کو حکم دیا کہ جلا دو اس گھر کو مع ان لوگوں کے کہ اس میں ہیں اور نہ تھا کوئی اس میں سوائے علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلم کے ہاں ابن روزبہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں اس امر کا بالکل انکار کیا ہے بلکہ لکھا ہے کہ جو اس روایت کو لکھے وہ رافضی ہے مگر اس انکار سے کیا ہوتا ہے واقعاً یہ مضمون طشت از بام افتادہ ہے بڑے بڑے جمہور اعلام اور محدثین اور مورخین اہلسنت جماعت نے مثل طبری و واقدی۔ بلاذری - ابن عبد البر صاحب کتاب استیعاب اور ابو بکر جوہری صاحب کتاب سقیفہ اور ابن قتیبہ صاحب کتاب الامامۃ و السیاسۃ اور امام سیوطی صاحب جمع الجوامع اور ملا علی متقی صاحب کنز العمال و غیرہم کے لکھا ہے روزبہان یا کسی اور کا اس حیرت انگیز واقعہ سے

انکار کرنا صرف تعصب و عداوت اہلبیت اطہار یا بے علمی اس کی
پر دلالت کرتا ہے افسوس افسوس جس گھر سے کلمہ جاری ہوا ہو
جس گھر سے اسلام حاصل کیا ہو جس گھر میں سے نبوت و رسالت
اور وحی و تنزیل ظاہر ہوئی ہو جس گھر میں ملائکہ مقربین بغیر اجازت
کے داخل نہوتے ہوں اس گھر کو عمر صاحب کا آگ سے جلانا اور بلند
آواز سے لوگوں کو حکم دینا کہ جلا دو اس گھر کو اور جو شخص کہ اُس میں
ہے کس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز واقعہ ہے اور پھر اس کے علاوہ
شکم مبارک فاطمہ بضعہ جناب پیغمبر روحی فداہ پر ایسی ضربت لگانی
کہ محسن صاحبزادہ جو حالت حمل میں تھا سقط ہو جانا عمر صاحب کے
کے قوت ایمان کی دلیل سمجھی جاویگی یا کچھ اور یہ ایک سوچنے کی بات
ہے کہ از روے احادیث شیعہ و سنی خصوصاً بروایت بخاری وغیرہ
فاطمہ زہرا بضعۃ الرسول ہے فمن اذاہا فقد اذانی ومن اذانی
فقد اذا اللہ ومن اذا اللہ فقد کفر یعنی جو شخص فاطمہ کو رنج پہنچاوے
اُس نے مجھے رنج پہنچایا اور جس نے مجھے رنجیدہ کیا اُس نے خدا کو رنج
دیا پس وہ کافر ہے۔ کیا عمر صاحب کے ضربت سے فاطمہ کو رنج نہ پہنچا
ہوگا اور اگر پہنچا اور ضرور پہنچا تو پس بمفاد حدیث مذکور بخاری عمر
صاحب ...... اہل انصاف کیا اپنی راے ظاہر کرینگے فقط حررہ
علی الحائری لاہوری

سوال - فرقہ اہل تشیع میں مشہور ہے کہ حضرت عثمان غنی نے
قرآن مجید جلا دیئے ہیں اور حضرات اہل سنت اس سے محض منکر
ہیں کیا کتب معتبرہ اہل سنت سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

فاطمہ کے گھر جلانے خود اول کا نتیجہ

بینوا و توجروا۔

الجواب - مستعینا برب الوہاب عثمان کا قرآن جلانا تو اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے اہل سنت کی معتبرہ کتابیں قیامت تک عثمان کی اس حیرت انگیز جرائت پر شاہد ہیں عوام الناس کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے یا بعض متعصبوں کے کتمان حق کرنے سے جو بات کہ ان کی معتبرہ کتابوں میں مسطور اور شائع ہو چکے ہو کبھی مخفی رہ سکتی ہے ہرگز نہیں - دیکھو ملا محسن کشمیری جو علماء اہل سنت سے ہے اپنے رسالہ نجات المومنین میں لکھتا ہے منہا انہ وقع منہ امور منکرۃ فی حق الصحابۃ فضرب ابن مسعود حتی کسر ضلعین من اضلاعہ و احرق مصحفہ یعنی عثمان سے بہت بڑے امور اصحاب کے حق میں سرزد ہوئے جیسے ابن مسعود کو اتنا مارا کہ دو ہڈیاں اس کے پہلو کی شکستہ ہو گئیں اور ان کے قرآن کو جلا دیا اور مشکواۃ میں ہے وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا و امر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق یعنی انس بن مالک سے منقول ہے کہ جو قرآن بحکم عثمان لکھے گئے اُن میں سے ایک ایک مختلف شہروں میں عثمان نے بھیجدیا اور حکم دیا کہ سوا اُسے ہمارے جمع کئے ہوئے قرآن کے جتنے قرآن ہیں خواہ چھوٹے خواہ بڑے سب جلا دیئے جاویں شیخ عبد الحق دہلوی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو قرآن حفصہ کو نظر بایفاء وعدہ واپس کر دیا گیا تھا وہ بھی بحکم عثمان جلا دیا گیا ہو کیونکہ جب عثمان نے یہ حکم دیا کہ ہمارے قرآن کے سوا جتنے قرآن ہیں سب جلا دیئے جاویں تو حفصہ کے پاس

کا قرآن جو ابوبکر و عمر کے زمانے میں جمع ہوا تھا وہ بھی علاوہ قرآن عثمانی کے تھا تو لامحالہ وہ بھی جلا دیا ہوگا انتہٰے کلامہ - اور احراق قرآن عثمان بن عفان کا کتاب روضۃ الاحباب جمال الدین محدث شیرازی اور روضۃ الصفاء امیر خاوند میں بھی موجود ہے اور مولوی عبد الرؤف حنفی ضربۃ الکرار میں لکھتے ہیں حضرت عثمان کا کئی سو قرآں کا جلا دینا اور حضرت ابن مسعود کو قرآن دینے سے انکار پر اس قدر مارنا کہ مرض فتق کا ہو گیا اور حضرت ابوذر کو مارنا اور شہر بدر کر دینا ان سب کا ماخذ کتب معتبرہ سیر و تواریخ میں موجود ہے انتہٰے کلامہ جب ایک منصف آدمی اہل سنت کی مذکورہ کتابوں میں یہ واقعہ خلیفہ صاحب کا ملاحظہ کرینگے تو اس کو ایمانداری ان کی کا حال بخوبی معلوم ہو جائیگا اس مقام پر یہ مختصر حال خاکسار نے انہیں کی کتابوں سے لکھدیا ہے۔ وللبحث مقام آخر واللہ علم حررہ علی الحائری لاہوری

سوال - ملا عبداللہ چکڑالوی کلمہ طیبہ شہادتین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو شرک سمجھتا ہے اہل اسلام کے نزدیک اس کا کیا جواب ہے -

الجواب - چکڑالوی صاحب کی یہ صریح غلطی ہے کہ جمع بین الشہادتین کو وہ شرک سمجھ بیٹھے ہیں کیا شرک کے یہ معنی نہیں کہ ایک وصف دو شخصوں میں مشترک ہو اگر یہی معنی ہیں تو پھر چکڑالوی صاحب کیوں اور کس دلیل سے کلمہ شہادتین کو شرک کہتا ہے کیا مذکور تعریف شرک کی اس جگہ ثابت ہوتی ہے ہرگز نہیں اس واسطے کہ لا الٰہ الا اللہ میں شہادت الٰہیت کی ہے اور محمد رسول اللہ میں شہادت رسالت

علمائے اہل سنت کا عثمان کے قرآن جلانے کا اقرار

کی ہے الہیت ایک وصف ہے اور رسالت دوسرا وصف پھر شرک
کیسا شرک تو اس وقت لازم آتا جبکہ الہیت کی شہادت خدا کے واسطے
جیسے دی گئی محمد رسول اللہ کے واسطے بھی نعوذ باللہ الہیت کی ہے
شہادت دیجاتی یا مثلاً خدا اور رسول کو رسالت کی شہادت میں شریک کیا
جاتا تب بے شک شرک لازم آتا اذ لیس فلیس

سوال۔ عبد اللہ چکڑالوی صاحب کا اعتقاد ہے کہ آیہ شریفہ اطیعو اللہ
و اطیعوا الرسول الے اخرہٗ میں رسول سے مراد جناب محمد صلعم ہرگز نہیں
ہو سکتے اس واسطے کہ حکم اطاعت میں خدا کے ہمراہ محمد رسول کو مراد
لینے سے شرک لازم آتا ہے پس مذکورہ آیہ شریفہ میں اطیعوا الرسول سے
اطیعوا القرآن مراد ہے۔ کیونکہ اصلی رسول خدا کا تو قرآن مجید ہے

الجواب بعون اللہ الوہاب چکڑالوی صاحب کی یہ اور صریح غلطی
ہے کہ وہ اطیعوا کو ایک وصف سمجھکر خیالی شرک ثابت کر رہے ہیں
اطیعوا تو امر کا صیغہ ہے جس سے اطاعت کا حکم صادر ہوتا ہے نہ اظہار
وصف پھر شرک کیسا لازم آسکتا ہے اس کے علاوہ بقول چکڑالوی صاحب
اگر اطیعوا الرسول سے قرآن مجید مراد لیا جاوے اور محمد رسول اللہ قبول
نکیا جاوے تو اُن کی تشریح کے مطابق اس صورت میں بھی شرک لازم
آئیگا اس واسطے کہ خدا کے ہمراہ غیر خدا کو شریک کیا قرآن مجید گو کلام
خدا ہے لکن اس دنیا میں چونکہ تیرہ سو سال ہوئے نازل ہو چکا ہے لہذا
قدیم نہیں بلکہ اس دنیا میں حادث ہے حادث خدا نہیں ہو سکتا پس چکڑالوی
صاحب اپنے اعتقاد کے موافق اطیعوا الرسول سے قرآن مجید کو بھی مراد
نہیں لے سکتے ورنہ اس تیرہ سو سال سے حادث شدہ قرآن مجید کا پہلے قدیم

تردید چکڑالوی صاحب

قدیم و ازلی ہونا ثابت کر دیں۔

سوال - عبداللہ - چکڑالوی یوم القیامت کو شفاعت محمدی سے منکر
ہے اسلام اور قرآن مجید اس کی نسبت کیا ہدایت کرتا ہے۔

الجواب - بعون اللہ الوہاب خاکسار نے بھی چکڑالوی صاحب کے
رسالہ اشاعت القرآن مطبوعہ ۱۳۲۰ھ میں یہ ان کا اعتقاد دیکھا ہے
دیکھو رسالہ مذکورہ ابتداء صفحہ ۵ لغایت صفحہ ۱۱ جس میں آپ نے شفاعت کی
پہلی دو قسمیں بیان کی ہیں شفاعت کبرے جس کے وہ بالکل منکر ہیں اور
دوسری شفاعت صغرے جس کی پھر دو قسمیں بیان کی ہیں پہلی قسم کے منکر
اور دوسری کے مقر ہوئے ہیں اس میں شک نہیں کہ وہ شفاعت کے
منکر ہیں اور یہ صریح اُن کی غلطی ہے جو باوجود اُن کے دعوے اہل قرآن
ہونے کے مخالف قرآن کہہ رہے ہیں مسئلہ شفاعت ایک ایسا ظاہر
الثبوت مسئلہ ہے جس پر عقل اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ ناطق
صریح اور شاہد صحیح ہے دیکھو عقل ناطق ہے کہ جب کسی شخص نے صرف
اپنے خالق کی بعض حق تلفی کی ہو اور کسی قسم کا حق الناس اس میں داخل
نہو تو خداوند کریم جو ہمیشہ رحمن و رحیم ہے اگر اپنا حق اس اپنے بندے
عاصی کو بخشدیوے تو یہ اُس کا فضل و کرم ہے کسی قسم کا اس میں ظلم
اور خلاف قسط و عدل نہیں لازم آتا کیونکہ وہ اپنے حق کے بخشنے میں خود
مختار ہے اب رہا قرآن مجید پس آیہ شریفہ ولسوف یعطیک ربک
فترضی یعنی اس قدر تیرا پروردگار تیری امت تجھے قیامت کے روز
بخشیگا کہ اے محمد صلعم تو راضی ہو جائیگا۔

(۲) آیہ شریفہ الا لمن اذن لہ الرحمن ورضی لہ ضمیں لہ اگر شفیع

چکڑالوی صاحب شفاعت سے منکر ہے۔

کی طرف راجع ہے تب مطلوب حاصل اور اگر مشفوع کی طرف راجع ہے تو مقصود ثابت ہے۔

(۳) آیہ شریفہ لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ اور رسول و آل رسول سے بڑھ کر کوئی دوسرا مرتضےٰ نہیں ہو سکتا۔

(۴) آیہ شریفہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے اور احادیث رسول اللہ (جن سے چکڑالوی صاحب منکر ہے) اس قدر مسئلہ شفاعت میں وارد ہوئے ہیں اگر جمع کی جاویں تو ایک رسالہ کی صورت ہو جاوے خاکسار نے بہت سی آیتیں اور حدیثیں مسئلہ شفاعت کے متعلق کتاب منہاج السلامہ کی باب الشفاعۃ میں لکھدی ہیں فقط محمد علی الحائری لاہوری۔

سوال۔ پیغمبر یا امام علیہما السلام کے معجزہ سے اگر کوئی مردہ زندہ ہو جاوے تو اُس کی زوجہ منکوحہ کا نکاح ثابت رہیگا اور اسی پہلے نکاح سے وہ شخص اپنی زوجہ سے مباشرت کر سکتا ہے یا نہیں اسی طرح اس کے مال و ملک کی نسبت شریعت میں کیا حکم ہے یعنی کنیز و غلام و زمین و مال و زر اس کا اس کے ملک میں باقی رہیگا یا وارثوں کا حق ہو جائیگا۔

الجواب۔ بعون اللہ الوہاب اگر میت مذکور باعجاز پیغمبر و امام علیہما السلم عورت کے ایام عدہ میں زندہ ہو تو فقہاء کے نزدیک اختلاف ہے جو علماء اسلام کہ بعض وفات فسخ نکاح کے قایل ہیں اُن کے نزدیک دوسری دفعہ اُن کا عقد نکاح ہونا چاہیئے پہلا عقد اُن کے نزدیک صحیح نہیں ہے لیکن خاکسار کا یہ حکم نہیں بلکہ عورت کے عدے میں ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کمتر اگر وقت باقی ہو اور اس کا شوہر زندہ ہو جاوے

معجزہ سے کوئی شخص زندہ ہو کر اپنے مال کا مالک رہیگا

تو پہلا نکاح اس کا باقی ہے اور مباشرت کر سکتا ہے کیونکہ اختتام مدت
عدہ تک حقیقت زوجیت باقی رہتی ہے اسی وجہ سے بعد انتقال شوہر
زوجہ اپنی کو اور عورت اپنے شوہر کو غسل میت دے سکتا ہے چنانچہ
سید الاوصیاء امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلم نے اپنی
زوجہ معصومہ مطہرہ صدیقہ فاطمہ زہراء علیہا سلام اللہ تعالے کو اپنے دست
مبارک سے غسل میت دیا گو آنحضرت علیہ السلم کا فعل خصائص معصومین
پر محمول ہے جس کا موید حدیث صحیح میں موجود ہے قال النبی صلعم کل
نسب و سبب ینقطع یوم القیامت الا نسبی و سببی یعنی قیامت کے
روز ہر شخص کا سلسلہ سبب و نسب قطع ہو جائیگا مگر میرا سلسلہ نسب
باقی رہیگا اور یہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا عامہ مسلمین کا سلسلہ نسب
اگرچہ ٹوٹ جاتا ہے مگر جہاں تک میں فکر کرتا ہوں اور صحیحہ احادیث کا
مطالعہ کرتا ہوں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ بعد از انتقال احد الزوجین
انقضاے مدت عدہ تک حقیقت باقی رہتی ہے اب رہا ان کا مال و
ملک و زر پس اگر اُس کے زندہ ہونے سے پہلے مطابق شرع محمدی
صلعم بین الورثا تقسیم ہو چکا ہو تو پھر اس کا حق نہیں بلکہ وارثوں
ہی کو مبارک ہو اور اگر اس وقت تک ترکہ تقسیم نہ ہوا ہو تو مال اس
شخص کا ہے اور اگر وہ میت انقضاے مدت عدہ کے بعد زندہ ہوا ہو
تو مطلقہ رجعیہ کی مانند زوجہ اس کے حکم زوجیت میں باقی نہیں رہ سکتی
واللہ اعلم حررہ علی الحائری لاہوری

سوال - دنیا میں جو عورت جس شخص کی زوجیت میں ہے قیامت
کے روز بھی کیا اسی کی زوجیت میں رہیگی یا نہیں -

معجزہ کی بعد زندہ شدہ آدمی اپنے اہل وعیال کا مالک ھے یا نہ

الجواب - بعون اللہ الوہاب دنیاء میں اشرف المخلوقات دو قسم کے آئے ہیں ۔

(۱) معصومین مطہرین یعنی انبیاء و مرسلین اور حضرات آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین ہیں پس اُن کی نیک زوجات اُن کی زوجیت میں دنیاء اور آخرت میں باقی رہتی ہیں اس واسطے کہ معصوم غیر معصوم کی کفوء نہیں ہو سکتی اور حدیث صحیح میں بھی آیا ہے قال النبی صلعم کل نسب و سبب ینقطع یوم القیمۃ الا نسبی و سببی یعنی قیامت کے روز ہر شخص کا سلسلہ نسب و سبب دنیا و آخرت میں قطع نہیں ہونے والا اس مذکورہ حدیث اور

(۲) حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء و ائمہ معصومین علیہم السلم کا سلسلہ زوجیت دنیا اور آخرت میں باقی رہتا ہے - اب رہے عامہ مومنین پس چونکہ اُن کے عقود بعد اُن کے انتقال کر جانے کے ٹوٹ جاتے ہیں لہذا آخرت میں اُن کے عقود تجدید کئے جاوینگے واللہ اعلم -

سوال - مومنین میں سے اگر زن و شوہر بوجہ اختلاف مدارج ایمان کے جنت میں بھی مختلف المدارج ہوں یعنی احد الزوجین مثلاً اگر اعلےٰ درجہ کا مستحق اور دوسرا اُن میں سے اوسط درجہ کا مستحق ہو تو اُن دونوں کا میل میلاپ کس طرح ہو سکتا ہے ۔

الجواب - بعون اللہ الوہاب ایسی صورت میں احد الزوجین جو اعلےٰ مرتبہ میں ہو اوسط مرتبہ میں ثانی الزوجین سے ملاقات کر سکتا ہے چنانچہ عیاشی نے آیہ شریفہ ومن دونہما جنتان کے ذیل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلم سے یہ حدیث نقل کی ہے الا ملی یمکنہ ان

زوجات اپنے شوہروں سے جنت میں کس طرح ملاقات کریں گی

ینزل ویزور الادنی ولا یمکن الادنی ان یصعد الی الاعلی لانہ فوق مرتبتہ ولکن اذا اراد التلاقی کل منہما فی درجۃ علی سریرۃ یلاقی الاخر اور دوسری حدیث شریف میں آیا ہے ینزل الاعلی الی الادنی فیسہ ولیعمہ۔ تم۔ خلاصہ ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ احد الزوجین جو اعلے مرتبہ میں ہو بین الدرجتین یا ثانی الزوجین کے درجہ میں اگر ملاقات کر سکتا ہے۔ اور دوسری حدیث صحیح میں اس طرح وارد ہوا ہے سئلہ رجل ان مومنا یکون لہ زوجۃ مومنۃ اذا ماتا و دخلا الجنۃ ھل یتزوجان فیہا قال علیہ السلم اذا کان الزوج افضل بجنتہ ان اختارہا تکون من زوجاتہ و اذا کانت الزوجۃ افضل بجنتہا تم ان اختارتہ تکون زوجۃ لہ و الافلو۔ خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ کسی سایل نے صادق آل محمد علیہ السلم سے دریافت کیا کہ اگر مرد اور عورت دونوں مومنہ ہوں تو بہشت میں ان کا آپس میں عقد نکاح ہوگا یا نہیں معصوم علیہ السلم نے فرمایا اگر شوہر اعلے درجہ کا مستحق ہو تو اُس کو اختیار دیا جاویگا واللہ اعلم حررہ خادم الشریعہ علے الحائری لاھوری۔

سوال - یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ہر فعل کا اعتبار فاعل کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے پس کیا وجہ ہے کہ ذبیحہ انسان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا تو حلال اور طیب ہو لیکن خدا کا مارا ہوا حیوان یا ایسا کہو خود بخود مرا ہوا حیوان حلال گوشت حرام قرار دیا جاوے کیا انسان کا فعل خدا کے فعل سے معتبر مانا جا سکتا ہے ہر گز نہیں فبینوا و توجروا؟

الجواب - بعون الملک الوہاب تمام حکما اور علما اور عقلا کا اعتراف
ہے کہ علت ایجاد عالم بنی آدم ہیں انہیں کے واسطے تمام اشیاء پیدا
کی گئی ہیں پس حکیم علے الاطلاق نے جس شئے کو بالفعل یا بالقوۃ انسان
کے واسطے اپنی حکمت میں مفید اور نافع سمجھا اس شے کے کھانے اور پینے
کا حکم دیا اور جس شئے کو مضر سمجھا اُس کے استعمال کو منع فرمایا از انجملہ
حیوانات میں سے جن کا گوشت بقاء اور انسانی زندگانی کے واسطے
نافع سمجھا ان کے کھانے کے واسطے حکم کیا بایں شرط کہ موذی مادہ جو
اُن کے خون میں ذاتی طور پر خلق کیا گیا ہے اُن کے ذبح کرنے سے
نکال دیا جاوے اور پھر اس میں دوسرے یہ شرط لگادی چونکہ یہ
حیوان میرا مخلوق ہے اور میرے ہی حکم سے اُس کا کھانا تمپر حلال
اور مباح ہوا ہے اور قیامت کے روز اس رنجش اور تکلیف کی
جزا میں نے ہی اس حیوان کو دینی ہے اس لئے اس کے ذبح کے
وقت میرا ہی نام اس پر پڑھنا چاہئے پس معلوم ہوا کہ بذاتہ انسان
کا فعل خدا کے فعل سے ہرگز معتبر نہیں بلکہ خدا کے حکم کے مطابق جو فعل
انسان بجالاتا ہے وہ معتبر ہوا اس سے یہی ثابت ہوا کہ خدا کا حکم معتبر
ہے ورنہ حرام گوشت حیوان کو اگر یہ انسان ذبح کرے تو وہ بھی مباح
ہوجانا چاہئے تھا یا اسی حلال گوشت حیوان کو اگر بغیر ذکر کرنے تکبیر کے
انسان ذبح کرے تو وہ کیوں نہیں حلال اور مباح ہوتا اس دلیل سے
روشن ہوا کہ خدا کا حکم اس حیوان کو حلال کرتا ہے انسان کا فعل نہیں
اب رہا یہ کہ ذبح کرنے سے خون نکال دینے کا کیوں حکم ہوا سو اس
کی یہ وجہ ہے کہ خون میں بذاتہ ایک قسم کی سمیت ہوتی ہے اور مرض

انسان کا مذبوح کیوں حلال اور خدا کا مارا ہوا حیوان کیوں حرام ہو؟

کی حالت میں وہ سمیت بڑھ جاتی ہے اگر طبیعت غالب ہوئی اور بتدریج
اس کو دفع کیا تو حیوان بچ جاتا ہے اور اگر سمیت نے طبیعت پر غلبہ کیا تو
حیوان مر جاتا ہے پس وہ خون مسموم اس مردہ حیوان کے بدن میں جذب
اور ہضم ہو جاتا ہے اس کا کھانے والا عموماً امراض مختلفہ میں مبتلا رہتا
ہے اس کے علاوہ خباثت نفس اور قساوت قلب بھی اس کے کھانے
سے پیدا ہو جاتی ہے اور بے غیرتی بھی عموماً ایسے لوگوں میں مشاہدہ ہوتی ہے
جو خون یا مردہ کھایا کرتے ہیں اس لئے حکمت میں واجب ہوا کہ خون
اور حیوان مردہ یا جس حیوان کا گوشت انسانی زندگانی کے واسطے
ایذادہ یا ضرر رساں ہو حرام کیا جاوے کتاب علل الشرایع میں بھی
اسی قسم کی ایک حدیث معصوم علیہ السلم سے نقل کی گئی ہے سائل نے
معصوم علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام میں شراب اور حیوان مردہ
اور خون اور سور کس واسطے حرام کیا گیا معصوم علیہ السلم نے فرمایا لکنہ تعالیٰ
خلق الخلق فعلم ما یقوم بہ ابدانھم وما یصلحھم فاحلہ لھم واحلہ و
علم ما یضرھم عنہ وحرمہ علیھم یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلم نے
سائل کے جواب میں فرمایا جب خدائے تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا
تو اپنے علم و حکمت میں جن اشیاء کو اُن کے لئے مفید اور نافع سمجھا
ان اشیاء کو تو مباح اور حلال کر دیا اور جن اشیاء کو ان کے لئے
ضرر رساں سمجھا ان کو حرام قرار دیا و اما المیتۃ فانہ لم ینل احد منھا الا
لضعف بدنہ و اوھنت قوتہ و انقطع نسلہ و لا یموت اکل المیتۃ
الا فجاۃ یعنی مردہ حیوان کا کھانے والا ہمیشہ ضعیف البدن اور سست باہ
اور قلیل القوۃ اور منقطع النسل رہتا ہے اور عموماً ایسا شخص مرگ مفاجات

سے مرتا ہے و اما الدم فانہ یورث اکلہ الماء الاصفر و یورث الکلب وقساوۃ القلب وقلۃ الرقۃ والرحمۃ حتی لا یومن علے من صحبہ یعنی خون کے کھانے سے اکثر آب زرد منہ سے جاری رہتا ہے اور دیوانگی کے اقسام حادث ہوتے ہیں اور عموماً ایسا شخص قسی القلب اور قلیل الرحمت ہوتا ہے جس کی وجہ سے کوئی اس کا رفیق اور دوست اس سے مامون اور محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح حضرت امام رضا علیہ السلم نے ایک سائل کے جواب میں لکھا حرمت المیتۃ لما فیہا من فساد الابدان ولانہ یورث الماء الاصفر و یبخر الفم و ینتن الریح و یسئی الخلق و یورث القساوۃ للقلب وقلۃ الرافۃ والرحمۃ حتی لا یومن ان یقتل ولدہ ووالدہ وصاحبہ وحرم الطحال لما فیہ من الدم ولان علتہ وعلۃ الدم والمیتۃ واحدۃ لانہ یجری مجراہما یعنی مردہ حیوان کا کھانا اس وجہ سے حرام کیا گیا کہ وہ انسان کے بدن کو فاسد کر دیتا ہے اور منہ وغیرہ میں زرد آب جاری کرتا ہے اور اس سے گندگی اور بدبو اور عفونت وہاں پیدا ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان بدخلق اور قسی القلب اور قلیل الرحم اور مغلوب الغضب بھی ہو جاتا ہے اور وہ اپنے والد و والدہ و دوست کے قتل کر دینے سے بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور طحال یعنی تلی بھی اسی وجہ سے شارع مقدس علیہ السلم نے حرام کر دی کیونکہ وہ منجمد خون ہوتا ہے اور اس کے کھانے سے بھی بہی اوصاف اور امراض پیدا ہوتے ہیں اس سے مفصل تحقیق خاکسار نے رسالہ النوامیس میں لکھدی ہے واللہ اعلم نمقہ علی الحائری اللاہوری۔

سوال۔ اس میں شک نہیں کہ انسان اشرف المخلوقات اور باعث

ایجاد عالم ہے پس کیا وجہ ہے کہ اسلام نے اس اشرف المخلوقات
کو بعد مرجانے کے کیوں نجس قرار دیا اور غسل میت واجب کیا میرا عقیدہ
ہے کہ کوئی فعل اور امر خدا کا حکمت صحیحہ کاملہ سے خالی نہیں ہوتا لیکن
اس میں سخت حیران ہوں کہ ایسے اشرف المخلوقات کو نجس قرار دینے
میں کیا وجہ اور علت ہے۔

الجواب - بعون اللہ الوہاب چونکہ ہر حیوان کا تکون اور تولد مادہ
نطفہ سے ہے اور نطفہ نجس ہے جان کنی کے وقت جب روح تمام اعضا
و اعصاب و گوشت وغیرہ سے خارج ہونا چاہتی ہے تو بوجہ اس کے
جذبات و فشارات کے اصلی نطفہ کو اس کے بدن میں ایک عظیم تغیر
و انقلاب حاصل ہوتا ہے اور وہ رطوبت نجسہ سارے بدن میں پسینہ
کی صورت میں خارج ہوتی ہے - جس کی وجہ سے اس میت کا بدن نجس ہو جاتا
ہے اور رفع نجاست کے واسطے غسل واجب ہوتا ہے - اس رفع نجاست
اور وجوب غسل کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ یہ میت اس عالم دنیا سے
چونکہ عالم عقبےٰ اور قدس کی طرف جانا چاہتا ہے جس جگہ کہ حضوری خدا
اور محاضرہ و موانست ملائکہ قدسیہ اور انبیا و اصفیاء مطہرین کا مقام ہے
نجاست کی حالت میں اپنے پاک خالق اور فرشتوں اور نبیوں کی ملاقات
کے قابل نہ تھی اس لئے حکمت میں میت کو غسل دے کر دفن کرنا واجب
ہوا - میں اس اپنے استدلال کی تائید میں ناظرین کے اطمینان کے واسطے
حدیث معصوم علیہ السلام نقل کرتا ہوں کتاب علل الشرایع میں ایک
سائل کے جواب میں امام رضا علیہ السلام سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے
کتب الرضاء علیہ السلام انہ یغتسل و ینظف من ادناس امراضہ وما اصابہ

وجہ غسل میت کی دلیل

من صنوف علله لانه يلقى الملائكة ويباشر اهل الآخرة فلستحب اذا ورد على الله واهل الطهارة ويماسونه ويماسهم ان يكون طاهرا نظيفاً موجها به الى الله ليطلب وجه وليشفع له اس حدیث شریف سے صاف وہی استدلال پایا جاتا ہے جس کو ہیں عقلی پیرایہ میں لکھ آیا ہوں اور اُس کے علاوہ یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ میت انسان ہیں جو نجاست اور پلیدی ہوتی ہے وہ چیز ہے جو مرض و علت موت کے باعث میت کے جسم اور مسامات اُس کے ہیں بعد مفارقت روح کے رہ جاتے ہیں اور جب وہ چیز غسل سے دور ہو جاتی ہے کہ میت ہیں سوائے اس رطوبات مادی مرض کے اور کوئی چیز نجس نہیں تھی اور رطوبات مادی نجس کے رفع اور اصلاح کے لیے کہ متعدی نہ ہو جاوے اب سدر اور آب کافور کے دو غسل واجب کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میت ہیں وہی مادہ نجس قرار دیا گیا ہے جس سے حفاظت کی ہر طرح کی تدبیر کی گئی ہے فتامل واللہ اعلم نمقہ علی الحائری لاہوری ۔

خنزیر و سگ سے زیادہ نجس ہونا میت انسان کا

سوال ۔ اگر سگ اور خنزیر زندہ یا مردہ کے بدن کو بار طوبت مس کیا جاوے تو صرف اس ممسوسہ جگہ کو دھونا واجب ہے ہیں سخت حیران ہوں کہ انسان (اشرف المخلوقات) کی میت کو مس کرنے سے ماسی کو سر سے پیر تک غسل کرنا کیوں واجب ہو جاتا ہے کیا یہ سگ و خنزیر سے بد تر ہو جاتا ہے اور اسکی کیا وجہ ہے ۔

الجواب ۔ غسل مس میت کی واجب ہونے کی وجہ بھی مذکورہ حدیث معصوم علیہ السلام سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ بہ سبب مس میت جو آفت کہ اس کے متعدی ہونے کا احتمال ہے میت کے مس کرنے والے کو پہنچی ہے

وہ آفت بہ سبب غسل کے دور ہو جاوے۔ دیکھو وجوب غسل مس میت
میں جو یہ قید لگائی گئی ہے کہ وہ مس قبل غسل میت کے اور بعد ٹھنڈے
ہونے میت کے واقع ہوا ہو اُس کی وجہ بھی مذکورہ حدیث سے بلحاظ
علم طب وطبیعات کے مستنبط ہوتی ہے کہ متعدی مادہ بدن میت سے
بعد ٹھنڈے ہونے میت کے خارج ہوتا ہے اس واسطے کہ انسان کی موت
عموماً کسی ایسے مرض سے ہوتی ہے کہ جو متعارف ہیں اور کسی بے اعتدالی
انسان سے وہ مرض پیدا ہو کر اس کے خون کو ایسا خراب کر دیتا ہے
کہ وہ روح کو سلب کر دیتا ہے خواہ اس خون میں قابلیت اس کی نہیں
رہتی کہ روح ٹھہر سکے جب انسان کو کوئی مرض اس کی بے اعتدالی سے
لاحق ہوتا ہے اور امراض وبائی و متعدی کا ہونا بھی نتیجہ اسی بے اعتدالی
انسان کا ہے کہ جس سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں بحالت ہو جانے کسی
مرض کے طبیعت انسانی کوشش کرتی ہے کہ اس مرض کو دفع کرے اور
خون کی اصلاح کرے اور علاج جو امراض کا کیا جاتا ہے وہ حقیقت میں
صرف تقویت اور مدد طبیعت کے لئے ہے جب طبیعت مرض پر غالب
آتی ہے تو مرض دفع ہو جاتا ہے اور جب مرض غالب آتا ہے تو طبیعت
مغلوب ہو جاتی ہے اور انسان مر جاتا ہے مگر جب انسان کسی مرض سے
مرتا ہے تو مادہ مرض کا انسان کے مسامات سے خارج ہوتا ہے اور اس کے
آثار جلد انسان پر موجود ہوتے ہیں اس لئے بنظر تحفظ عام منع کیا گیا
ہے کہ کوئی انسان کسی میت کو مس نہ کرے جبکہ وہ میت ٹھنڈی ہو جائے
اس لئے کہ جب تک گرمی باقی رہتی ہے تب تک طبیعت اس کی
اصلاح کرتی رہتی ہے اور وہ گرمی انسان اصلاح کی ہے اور اس

انسان ایک فاسد اور متعدی مادہ سے مرجاتا ہے

وقت تک وہ مادہ ایک نوع کا اصلاح کیا ہوا ہوتا ہے جس میں
قطعی اندیشہ ضرر رسانی کا نہیں ہو سکتا لکن جب کہ وہ گرمی باقی نہیں
رہتی تب وہ مادہ مرض ایسے حالت میں ہوتا ہے کہ طبیعت اُس کی
اصلاح کرنے والی نہیں ہوتی اور اس مادہ میں تعدی کا احتمال بلکہ
یقین حاصل ہو جاتا ہے تو اس حفظ ماتقدم کے واسطے اسلام نے
غسل مس میت کو واجب قرار دیا یہ جواب تو علم طب و طبیعات کے
رو سے ہوا لکن اعتقادی طور پر ایسا بھی کہا جا سکتا ہے کہ بنی آدم
کے عبرت حاصل کرنے کے واسطے یزدان پاک نے سگ و خنزیر کے
مس کرنے والے کو صرف عضو ممسوسہ مرطوبہ کا دھونا واجب کیا اور
میت انسان کے مس کرنے والے کو سر سے پیر تک غسل کرنا واجب
کیا۔ اس واسطے کہ اس دار ناپائدار میں انسان کبھی مدعی خلافت و امامت
اور کبھی مدعی نبوت و رسالت اور کوئی مدعی الوہیت و واحدانیت ہوتا
ہے کوئی دعوے ابنیت خدا کرتا ہے خداے واجب الوجود نے بغرض
تنبیہ ان کا ابتدا و انتہا ایسا نجس قرار دیا کہ عبرت حاصل کریں جو شخص
کہ ایسے قطرہ منی سے پیدا ہوا ہو کہ جس کے خروج سے زن و شوہر کو غسل
کرنا واجب ہو جاتا ہے اور پھر مرنے کے وقت اُس کا بدن اور اُس کے
مس کرنے والے کا بدن نجاست کی وجہ واجب الغسل ہو جاتا ہو یہ
مناصب اُس کے مناسب اور شایاں نہیں پس اعتقادی طور پر خداوند
عالم نے ان احکام سے اپنے بندوں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اپنی حقیقت
وجود کو پہچانیں کہ اُن کی شرافت ذاتی نہیں ہے جو اشرف المخلوقات
پکارے جاتے ہیں بلکہ یہ ان کی شرافت محض میرے فرمان سے

علت وجوب غسل مس میت

حاصل ہوئی ولقد کرمنا بنی آدم علی کثیر ممن خلقنا ورنہ اگر اپنی
شرافت ذاتی دیکھنی چاہیں تو اپنے ابتدا اور انتہا کو ملاحظہ کریں
اور امام علیہ السلم سے منقول ہے اغتسال من غسلہ او لامسہ لظاھر
ما اصابہ من نضح المیت لان المیت اذا اخرجت الروح منہ
بقی اکثر آفتہ فلذلک یتطہر لہ ویطھر عنہ یعنی میت کو غسل
دینے والا اور مس کرنے والا اس لیے غسل کریگا کہ جان کنی کے وقت
میت کے اندر سے کثافات خارج ہوتی ہیں سنیوں میں سے احمد
حنبل اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت
کیا ہے قال رسول اللہ صلعم من غسل میتا فلیغتسل یعنی جو شخص کہ
کسی میت کو غسل دیگا وہ خود بھی غسل کرے مشکوٰۃ میں عایشہ سے
روایت کی گئی ہے قالت ان النبی صلعم کان یغتسل من اربع من
الجنابۃ ویوم الجمعۃ ومن الحجامۃ ومن غسل المیت یعنی حضور علیہ
والہ الصلوٰۃ والسلم چار سبب سے غسل کیا کرتے تھے جن میں ایک
غسل میت بھی ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم نمقہ علی الحائری لاہوری

سوال - غسل میت اور مس میت کا واجب ہونا اگر اس
موذی اور وبائی مادہ کے خارج ہونے کی وجہ سے ہے تو حیوانات
میں بھی بعد مرجانے کے اس متعدی مادہ کا خارج ہونا اور پھر
غسل کا بھی واجب ہونا ضرور تھا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ شریعت
نے اُن کا غسل واجب نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے -

الجواب - بعون اللہ الوہاب چونکہ حیوان دو قسم ہیں اس لئے
بلحاظ احادیث فقہ میں یہ قاعدہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ جو جاندار

غسل میت اور مس میت کے واجب ہونے کی دلیل

مردہ حیوانات مس سے غسل واجب نہ ہونے کی علت

نفس سائلہ یعنی خون جہندہ نہ رکھتا ہو اس کا مردہ نجس نہیں قرار دیا گیا اور علت اس کی صریح ہے کہ اس میں ایسا خون ہی نہیں ہے کہ جو کسی مرض سے خراب ہو کر مادہ متعدی ہونے یا وبائی ہونے کا پیدا کر سکے ایسے حیوانات میں بنا بر مذکورہ وجہ کے غسل میتہ نہیں قرار دیا گیا۔ ان کے سوا دیگر حیوانات جو نفس سائلہ یعنی جن کا خون کود کر نکلے بمفاد نص آیہ انما حرم علیکم المیتۃ و الدم الخ ان کا مردہ حرام قرار دیا گیا ان کا خون خراب ہو کر وہ مادہ پیدا کرتا ہے کہ جس سے مرض وبائی و متعدی پیدا ہو سکے مگر ان کے جسم کے چھونے سے غسل مس میت لازم نہیں آتا اور وجہ اس کی انہیں امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے کہ غیر انسان سے طیور و بہائم اور درندوں کے پر و پشم و بال ہوتے ہیں اور وہ حیات نہیں رکھتے اسی وجہ سے کوئی مادہ موذی جسم سے اس میں سرایت نہیں کرتا اور چونکہ جسم مردہ سے کہ جس میں مادہ موذی موجود ہوتا ہے چھونے والے کے حایل ہوتے ہیں اس لئے ایسے جانوروں کے چھونے سے غسل لازم نہیں آنا چاہیے تھا لیکن شارع علیہ و الہ الصلوٰۃ السلام نے پھر بھی بنظر احتیاط اسی عضو ممسوسہ کا دھونا واجب کیا واللہ اعلم و علمہ اتم حررہ علی الحائری لاہوری۔

سوال - انسان جب شہید ہو جاتا ہے تو اسے غسل میت کیوں نہیں دیا جاتا اور اس کے چھونے والے کو شریعت نے کیوں نہیں غسل واجب کیا۔

الجواب - بعون اللہ الوہاب فقہ میں یہ قاعدہ بھی بنظر احادیث

کے قرار دیا گیا ہے کہ جو کوئی راہ خدا میں قتل ہوا اس کی میت نجس نہیں اور نہ اس کو غسل کی ضرورت ہے اس کی وجہ ظاہراً یہی معلوم ہوتی ہے کہ اُس کی روح ایک خاص صدمہ کے سبب سے مفارقت کرجاتی ہے اور اس کا خون جہندہ بھی جسم سے نکل جاتا ہے اور کوئی مادہ خراب خون کا جو متعدی اور وبائی ہو باقی نہیں رہتا اس لیئے اس کی میت نجس قرار نہیں پاسکتی اور نہ اس پر غسل واجب ہے اور نہ کافور وغیرہ کی اُس کے لیئے ضرورت ہے اور نہ اس کی میت کے مس سے غسل واجب ہوسکتا ہے یہ جواب تو از روے علم طب و طبیعات کے ہوا لیکن اعتقادی طور پر کئی وجہ ذیل میں لکھتا ہوں۔

(۱) جو شخص کہ اپنی موت سے مرجاتا ہے وہ اپنی اجل سے اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور یہ مقتول اجل غیر محتوم سے مرجاتا ہے بقولہ تعالٰی اجلاً و اجل مسمّی عقل کے نزدیک لازم ہے کہ اس مظلوم مقتول کو اجل غیر محتوم کا نعم العوض ملنا چاہیے اس واسطے کہ باقی حیات اور منافع و تمتعات نفسانی اس کی ساری عمر کے قطع ہو گئے پس دنیا میں بعد شہادت کے ان کے واسطے غسل نہونا ایک ظاہری امتیاز غیروں سے حاصل ہوا۔

(۲) جو شخص کہ راہ خدا میں دشمنان خدا کے ہاتھ سے ظلماً قتل کیا گیا ہو عقل مقتضی ہے کہ بے شک اس کا ظاہر و باطن جسم اخباث و الوث سے پاک ہونا چاہیئے لہذا غسل میت اور مس میت ان کے واسطے واجب نہیں ہوا و اللہ اعلم حررہ علی الحائری لاہوری

سوال ۔ یعنی اور امام معصوم علیہم السلام کے میت کی نسبت کیا اعتقاد

مسئلہ میں قتل منصوص منصوص کی نص کی دلیل

نبی اور امام کی میت کا پاک ہونا

دیکھنا چاہئے کیا یہ حضرات علیہم السلام بعد مرنے کے پاک رہتے ہیں یا نجس۔

الجواب۔ بعون اللہ الوہاب مسلک شیعہ میں نبی اور امام کی میت کے پاک وطیب ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروریات مذہب سے ہے اور یہ اعتقاد منافی اس مسئلہ کے نہیں ہے جس کے رو سے میت کو نجس یا اُس کا غسل یا مس میت کا غسل واجب کیا گیا ہے۔ دنیا میں کوئی قاعدہ ایسا نہیں ہے جو صورت استثنائی نہ رکھتا ہو۔ نبی اور امام علیہ وسلم کو جب حالت زندگی میں بادلہ عقلیہ معصوم اور طیب وطاہر مانتے ہیں اور آیہ قرانی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اُن کی طہارت پر شاہد ہے برخلاف دیگر انسانوں کے تو اُن کے جسم کو بعد موت کے بھی ضرور ہے کہ طیب وطاہر بخلاف نجس مانا جاے۔ نبی یا امام علیہ وسلم کی میت کے پاک وطاہر ہونے کا اعتقاد کی وجہ ایک تو وہ ہے کہ یہ حضرات معصوم ہوتے ہیں اور اُن سے کوئی امر قبیح اور فحش صادر نہیں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کوئی مرض جو بے اعتدالی سے پیدا ہوتی ہیں اُن کو لاحق نہیں ہوتا ہے اور اُن کی طبیعت ہر وقت متوجہ اصلاح جسمانی وروحانی اپنے اور دوسروں کے لئے مستعد اور متوجہ رہتی ہے۔ نبی اور امام علیہ سلم کو اصلاح طبیعت کا ایک ایسا ملکہ ہوتا ہے کہ جس کے سبب سے نہ کسی قسم کی کوئی بے اعتدالی اُس سے واقع ہوتی ہے اور نہ کسی قسم کا اُس کو کوئی مرض لاحق ہوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ اگر نبی یا امام علیہ وسلم کو کسی قسم کی بے اعتدالی سے کوئی مرض لاحق ہو وے کہ جس میں اُس کے ہوش وحواس میں

فرق آوے یا اس کی رائے علیل ہو جاوے تو اس کی موجودگی
میں کوئی دوسرا اصلاح اور ہدایت نہیں کر سکتا اس لیئے نبی یا
امام کو اس کے ملکہ سے جس کو قوت ملکوتیہ کہتے ہیں کوئی ایسا مرض لاحق
ہی نہیں ہوتا ہے کہ جس سے ان کا خون خراب ہو کر مادہ وبائی اور
متعدی پیدا کرے اس لیئے آیہ تطہیر انہیں کے واسطے مخصوصاً
نازل ہوئی چنانچہ ہمارے سید اور مولے حضرت پیغمبر آخر الزمان
صلعم اور آئمہ طاہرین اہل بیت علیہم وسلم کی نسبت سوا امام عصر دام ہم
مہدی موعود علیہ وسلم کے کہ جن کی کل حقیقت اور ماہیت خاکسار
نے کتاب غایت المقصود میں بالتفصیل لکھدی ہے واقعات تاریخی
میں کہیں پتہ نہیں ملتا کہ آنحضرت معصومین مطہرین میں سے کوئی حضرت
بھی بے اعتدالی کی وجہ سے کسی مرض میں مبتلا ہوئے ہوں دیکھو ہمارے
نبی روحی فداہ نے اسی زہر کے اثر سے وفات پائی ہے کہ جو انکو گوشت
بزغالہ میں ایک یہودیہ نے دیا تھا۔ اور حضرات ائمہ طاہرین اہل بیت
علیہم وسلم میں جناب مرتضےٰ علی روحی وجسمی لہ الفداء نے تلوار سے زخمی
ہو کر وفات پائی اور حسین علیہ وسلم تلوار سے قتل ہوئے اور باقی سب
کی زہر سے زندگیاں ختم کی گئی ہیں مسانید ائمہ حدیث اور تواریخ مورخین
ہمارے قول پر شاہد صادق ہیں واللہ اعلم و علمہ اتم حررہ علی
الحائری لاہوری۔

سوال۔ فرقہ امامیہ شیعہ میں کن دلیلوں سے متعہ جائز اور
ثابت ہو سکتا ہے۔

الجواب۔ بعون اللہ الوہاب دلائل عقلیہ متعہ کے جواز پر بقدر

نبی اور امام حیات و ممات میں پاک ہوتے ہیں

ہیں کہ پورا حصہ فتاوی حائری کا اس کے واسطے مکتفی نہیں ہو سکتا
لکن براہین نقلیہ میں سے پہلے قرآن مجید ناطق و شاہد ہے۔ فما استمتعتم
بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضہ یعنی جن عورتوں سے کہ استمتاع
کیا جاوے انہیں بصورت فرض ان کا مہر ادا کیا جاوے یہ آیت
خاص اثبات متعہ میں نازل ہوئی ہے تفسیر ثعلبی میں حبیب بن ثابت
سے مروی ہے کہ ابن عباس نے مجھے ایک مصحف دیا اور کہا ھذا اعلی
قراءۃ ابی فرایت فی المصحف فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی یعنی
اس مصحف میں بنابر قراءۃ ابی بن کعب کے آیہ استمتاع میں اجل مسمی لکھا
ہوا تھا۔ اب دیکھئے ثعلبی۔ بغوی۔ محمد بن جریر طبری۔ فخر رازی نیشاپوری
نے اپنی تفسیروں میں ابو نضرہ سے روایت کی ہے۔ قال سئلت ابن
عباس عن المتعہ فقال اما تقرء سورۃ النساء فقلت بلی فما تقرء آیۃ فما
استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی قلت لا اقرئھا ھکذا قال ابن عباس
واللہ ھکذا انزلھا اللہ ثلث مرات یعنی ابن عباس سے متعہ کی نسبت میں
نے سوال کیا پس اس نے آیہ استمتاع میں اجل مسمی کو بھی تلاوت کیا میں نے
کہا اس طرح میں نہیں پڑھا کرتا اس وقت ابن عباس نے تین مرتبہ خدا
کی قسم یاد کر کے فرمایا کہ خدا نے اسی طرح آیہ استمتاع کو نازل فرمایا یہ روایت
ابن جبیر سے اسی طرح منقول ہے بخاری اور مسلم میں منقول ہے قال سمعت
عبد اللہ یقول کنا نغزوا مع رسول اللہ لیس لنا نساء فقلنا الا
نستخصی فنھانا عن ذالک ثم رخص لنا ان ننکح المرءۃ بالثوب الی اجل
ثم قرء عبد اللہ یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم
ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین یعنی عبد اللہ مسعود نے کہا کہ

آیۂ تمتع متعہ کا بیان کتب اہلسنت سے

ہم ایک غزوہ میں جناب رسول کریم صلعم کے ہمراہ تھے لیکن ہمارے
ساتھ عورتیں نہیں تھیں اس وقت ہم نے چاہا کہ خود کو خصی کر دیں حضور
فداہ روحی نے ہمیں اس فعل سے روک دیا اور اجازت دے دی کہ
عورتوں کے ساتھ متعہ کریں پس ہم نے ایک معین زمانہ تک جامہ کے
عوض میں متعہ کیا اس کے بعد حضور علیہ وسلم نے آیہ لا تحرموا طیبات
کو تلاوت فرمایا یعنی اے مومنین جن طیبات کو کہ خدا نے تم پر حلال کر دیا
ہے اپنے پر حرام مت کرو صحیح مسلم میں جابر انصاری اور سلمہ بن اکوع
سے مروی ہے قال خرج علینا منادی رسول اللہ فقال ان رسول
اللہ قد اذن لکم ان تستمتعوا یعنی متعۃ النساء یعنی منادی جناب
پیغمبر صلعم کی جانب سے آیا اور فرمایا کہ حضور فداہ روحی وجسمی نے
آپ لوگوں کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دیدی ہے۔
ایضاً مسلم میں یہ حدیث بھی موجود ہے قال اذن لنا رسول اللہ
صلعم بالمتعۃ فانطلقت انا و رجل الی امرءۃ من بنی عامر یعنی حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کے ساتھ ہمیں متعہ کرنیکی اجازت دیدی
ہے اصحاب میں سے سبرہ کہتا ہے اس وقت میں نے بنی عامرہ کی
ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا ایضاً دیکھو تفسیر کبیر اور تفسیر
نیشاپوری میں متعہ کے جواز کی بابت یوں لکھا ہے۔ روی ان
النبی لما قدم مکۃ فی عمرۃ فتزین نساء مکۃ فشکی اصحاب الرسول
طول العزوبۃ فقال استمتعوا ہذہ النساء یعنی جبکہ حضور
نبوی روحی فداہ معتمر ہونے کی حالت میں وارد مکہ ہوتے تو مکہ
کی عورتوں نے خود کو زینت کیا ہوا تھا پس اصحاب نے تجردی

اور غربت کا شکوہ کیا اس وقت حضور علیہ السلام نے اجازت دی کہ ان عورتوں کے ساتھ متعہ کرلیں ایضاً مسلم میں جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے یقول کنا نستمتع بالقبضۃ من التمر والدقیق الایام علی عہد رسول اللہ و ابی بکر حتی نہی عمر عنہا فی عمرو ابن حریث یعنی جابر انصاری فرماتے ہیں کہ زمانہ حضور نبوی علیہ السلام اور زمانہ ابوبکر میں آٹا اور خرما کے ایک مشت پر ہم ہمیشہ متعہ کیا کرتے تھے جب تک کہ عمرو ابن حریث کے واسطے عمر ابن خطاب نے اس متعہ کو حرام کردیا۔ ایضاً مسلم میں عطاء سے مروی ہے کہ جابر انصاری سے چند اشخاص نے مختلف سوال کئے منجملہ متعہ کا مسئلہ بھی دریافت کیا فقال استمتعنا علی عہد رسول اللہ و ابی بکر و عمر یعنی پس جابر نے کہا ہاں زمانہ حضور نبوی صلعم اور زمانہ ابوبکر و عمر میں ہم متعہ کیا کرتے تھے ایضاً مسلم کی کتاب الحج میں ابوذر سے اس طرح مروی ہے لا تصلح المتعۃ الا لنا خاصۃ یعنی متعۃ النساء و متعۃ الحج یعنی بغیر ہم امت محمدی صلعم کے پہلی امتوں میں سے کسی کو قابلیت متعہ کی نہ تھی چنانچہ ایک اور حدیث میں ابن عباس سے منقول ہے ما کانت المتعۃ الا رحمۃ رحم اللہ بہا امۃ محمد صلعم الخ اقول یہ تمام حدیثیں منکرین متعہ کی کتابوں سے خاکسار نے لکھدی ہیں ورنہ میرے مذہبی معتبرہ کتابوں میں اس قدر احادیث جواز متعہ پر وارد ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے کئی مقابل اس رسالہ کے ہوجائیگا۔

سوال۔ ائمہ اربعہ اہل سنت جماعت میں سے بھی کوئی متعہ کے جائز ہونے کا قائل ہوا ہے یا نہیں۔

الجواب - ائمہ اربعہ اہل سنت میں سے امام مالک صاحب بھی جواز
متعہ کے قائل ہیں چنانچہ برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل
فرغانی نے ہدایہ میں لکھا ہے ونکاح المتعہ باطل وھو ان یقول
لامراۃ اتمتع بك كذا مدۃ بكذا من المال وقال مالك رحمہ
اللہ ھو جائز لانہ کان مباحا فیبقی الی ان یظہر ناسخہ یعنی نکاح متعہ
باطل ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت سے کہے کہ میں تجھ سے اتنی مدت کے
لئے اتنے مال پر متعہ کرتا ہوں اور کہا مالک نے کہ وہ جائز ہے کیونکہ
وہ مباح تھا پس ایسا ہی رہیگا جبتک کوئی منسوخ کرنے والا ظاہر ہو
لنتہٰے اس کے علاوہ قول امام مالک کا جواز متعہ کی نسبت فتاویٰ قاضی
خاں اور محیط رضی الدین محمد بن محمد سرخسی اور کنز الدقائق ابو البرکات
نسفی اور شرح کنز الدقائق ابو محمد محمود بن احمد عینی اور حدایق الازہار
شرح مشارق الانوار وجیہ الدین عمر بن عبد المحسن الارزنجانی وغیرہ
میں بھی موجود ہے اور ملا عبد القادر نے - تاریخ بدایونی میں لکھا کہ
قاضی شیخ حسین عرب قاضی مالکی مذہب نے اکبر بادشاہ کو اجازت
متعہ دی اور بادشاہ نے بموجب اجازت قاضی صاحب بہت سے
متعہ کئے امام مالک کے علاوہ صحابہ اور تابعین میں سے بھی باوجود
ممانعت عمر کے متعہ کو حلال مانتے تھے ان میں سے ہیں جناب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب اور باقی حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام اور ابن عباس
اور ابن مسعود اور ابی ابن کعب اور جابر انصاری اور ابی سعید خدری اور
اور سلمہ بن اکوع اور مغیرہ بن شعبہ اور ابو ذر اور مجاہد اور عطا ابن رباح
اور طاؤس اور ابو الزہری مطرف اور محمد بن سدی شرح مسلم

اسماء علماء اہل سنت جو متعہ کے قائل ہیں

ہیں نودی اُن کے علاوہ عائشہ کو بھی محلل متعہ لکھتا ہے اور کتاب الالفہ
ہیں۔ ابو الحسن بن علی بن زیاد نے لکھا ہے کہ معویہ بن ابو سفیان
اور عبداللہ ابن عمر اور عمرو بن جوید اور ربیعہ بن امیہ اور صفوان
بن امیہ اور معلےٰ بن امیہ اور عمران بن حصین اور براء بن عازب
اور ربیع بن سبرہ اور سہل بن سعد الساعدی بھی متعہ کو حلال
اور جائز کہتے تھے اور کتاب سیر العباد میں حافظ ابو الحسن علی
ابن الحسین نے تابعین میں سے بعض حضرات کے نام زیادہ
کیے ہیں حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیب اور ابن جریج
اور عمر بن دینار وغیرہ وغیرہ غرض یہ سب حضرات متعہ کی حلت پر قائل
تھے منہ علی الحائری لاہوری۔

سوال۔ جب حلت اور جواز متعہ پر قران اور حدیث اور اقوال
ائمہ اور صحابہ اور تابعین شاہد اور ناطق صحیح ہیں تو پھر کیا وجہ ہے
جو عموماً اہل اسلام بغیر فرقہ حقہ شیعہ کے اسلامی کل مذاہب اس کو
حرام اور گناہ سمجھتے ہیں۔

الجواب۔ بعون اللہ الوہاب یہ تو ظاہر ہے کہ فرقہ امامیہ خلفاء ثلثہ
کو نہیں مانتے اور یہ لوگ انہیں کے فرمان کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔
اس لئے شیعہ حضرات نے تو جواز متعہ کو حکم حضور نبوی سے جو متفق
علیہ ہے مان لیا اور اس کے حلت کے قایل ہو گئے اب دوسرے طرف
مقابل کے یہ لوگ اُنھوں نے اطاعت عمری میں فرمان نبوی کو بھی
پس پشت پھینکدیا جس پر عمر صاحب کا حکم شاہد ہے دیکھو کتاب
مستطرف میں ابن اخطب جو نووی کا تلمیذ ہے لکھتا ہے کہ قاضی

تھے ابن اکثم نے کسی شیخ کو شیوخ مدینہ میں سے پوچھا کہ تحلیل اور جواز متعہ پر آپ کے پاس کونسی دلیل ہے شیخ نے کہا عمر صاحب کا قول ہی متعہ کے حلت اور جواز کی دلیل ہے قاضی نے کہا عمر کا قول کسطرح جواز کی دلیل ہو سکتی ہے دنیا جانتی ہے کہ عمر صاحب ہی تو متعہ سے منکر ہو گئے ہیں فقال الشیخ ان الخبر الصحیح عند قال علی المنبر ان اللہ ورسولہ احل لکم المتعتان و انی محرمھما فنحن نقبل شہادتہ فی تحلیلھا و لا نقبل تحریمھا ان التحریم باختیارہ من عند نفسہ یعنی پس شیخ نے اس کے جواب میں کہا کہ تحقیق صحیح خبر جو عمر صاحب نے منبر پر بیان کی وہ یہ ہے کہ تحقیق خدا اور خدا کے رسول نے تم لوگوں کے واسطے متعہ حج اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا تو جائز اور مباح اور حلال کر دیا ہے لکن میں اس متعہ کو حرام کرتا ہوں پس شیخ نے فرمایا کہ تحلیل متعہ جو اس کے اقرار سے حکم خدا اور رسول ہے ہم قبول کرتے ہیں لکن تحریم متعہ جو اس کا اپنا حکم مخالف حکم خدا اور حکم رسول صلعم کے ہے ہم ہرگز قبول نہیں کر سکتے اقول شیخ علیہ الرحمہ نے عجیب جواب دیا ہے مگر افسوس تو یہ ہے کہ بعض لوگ لکیر کے فقیر ایسے ہو گئے ہیں کہ ان میں غور اور فکر کا مادہ تک مسلوب ہو گیا ہے وہ نہیں سمجھتے کہ جب عمر صاحب کے اقرار سے بحکم خدا اور رسول حلت متعہ ثابت ہو گئی تو عمر صاحب کا کیا حق تھا کہ وہ رسالت رسول خدا کے برخلاف متعہ کو حرام کرتے اور یہ اُن کا فعل اور حکم کس حد تک صحیح سمجھا جانے کی قابلیت رکھتا ہے مگر افسوس کہ یہ لوگ مطلق اس بات کا خیال تک نہیں کرتے اور خدا احد خدا کے رسول کے فرمان کو ایک معمولی سے اجنبی شخص کے قیاس اور حکم سے منسوخ اور باطل قرار دیتے ہیں لطف یہ کہ اس حلت کے حکم کا کوئی

دو عالموں کا فتویٰ حلت میں عندالناظرین

ناسخ قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں ہوتا دیکھو ہمارے ساتھ اس رائے
میں متفق ہیں امام ثعلبی فخر رازی نیشاپوری بخاری جنہوں نے عمران
بن حصین سے روایت کیا ہے۔ قال نزلت آیۃ المتعۃ فی کتاب
اللہ ولم تنزل آیۃ بعدھا ینسخھا فامرنا رسول اللہ
وتمتعنا مع رسول اللہ ومات ولم ینھنا عنھا رسول
اللہ فقال بعدہ رجل برائہ ما شاء یعنی جب متعہ کی آیت نازل
ہونے کے بعد کوئی آیت اس کی ناسخ نہیں نازل ہوئی پس رسول
خدا فداہ روحی کے حکم سے ہم نے متعہ کیا اور جب حضور پیغمبر علیہ
السلام دنیا سے رحلت فرما گئے تو متعہ کرنے سے ہمیں ممانعت نہ کی
اس کے بعد ایک شخص (عمر بن خطاب) نے اپنی رائے اور قیاس
سے متعہ کو حرام کیا دیکھو بخاری جس میں مشہور قول عمر صاحب
کا درج ہے۔ قال متعتان کانتا علی عھد رسول اللہ وانا
احرمھما واعاقب علیھما یعنی عمر نے منبر پر کہا کہ متع حج
اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا زمانہ حضور نبوی صلعم میں مباح اور
حلال تھا میں نے اس کو حرام کر دیا اور متعہ کرنے والے کو عذاب
کرونگا افسوس یہ لوگ اس قدر نہیں سمجھتے کہ جب رسول خدا بانی
اسلام کے زمانہ میں یہ متعہ باقرار عمر حلال تھا تو عمر صاحب کا کیا حق
تھا کہ بانی اسلام کے ایک حلال کو حرام کر دے مسلم میں ہے کہ
ایک شخص جابر انصاری کے پاس ابن عباس اور ابن زبیر کا
نزاع بیان کر رہا تھا کہ جابر نے کہا۔ فعلنا ھما مع رسول
اللہ ثم نہانا عنھما عمر کہ ہم نے یہ دونوں متع حضور فداہ

عمر صاحب نے حلال خدا کو حرام کیا

روحی کے ہمراہ کئے ہیں اس کے بعد ان دونوں سے عمر نے منع
کیا۔ **تفسیر کبیر** اور نیشا پوری میں اس طرح نقل کیا گیا ہے ان
عمر قال فی خطبۃ متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ انا
انھی عنہما و اعاقب علیھما۔ حق تو یہ ہے عمر صاحب کی یہ سخت
جرئت ہے جس کی وجہ دین اسلام میں ایک باب المعصیت
عوام الناس کے لئے کھول دیا گیا ہے اگر یہ متعۃ النساء جاری
رہتا تو یقیناً اس کثرت سے زنا رکاری دنیا میں واقع نہ ہوتی
کیونکہ ایک مجرد اور عیاش آدمی بھی جو کہ مصارف و مخارج کثیرہ
کے متحمل نہ ہونے کی وجہ سے دائمی نکاح نہ کر سکتا ہو اس صورت
میں ایک مدت معینہ تک متعہ کر کے اپنی حاجت پوری کر سکتا تھا
اس حالت میں کہ وہ جب اپنی خواہش حلال طور پر پوری کر
سکتا ہو تو اس کو حرام طور پر پورا کرنے کی ہرگز ضرورت نہ پڑتی
دیکھو کتاب **نہایہ** ابن اثیر جزری لغت شفی بالفاء میں ابن
عباس سے اس طرح سے نقل کرتا ہے ما کانت المتعۃ الا
رحمۃ رحم اللہ بہا امۃ محمد لولا نہی عنہا عمر ما
احتاج الی الزنا الا شفی لہ الا قلیلا من الناس یعنی متعہ
نہیں تھا مگر خدا کی رحمت جس کو امت محمدی کے واسطے خدا نے
مخصوص فرمایا عمر صاحب اگر متعہ سے ممانعت نہ کرتے تو بغیر شقی
کے کوئی دوسرا ہرگز زنا نہ کرتا روایت مذکورہ کو محمد بن جریر
طبری وغیرہ نے بھی اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے بالاجمال متعہ
کا حال اس جگہ بالاستدلال خاکسار نے لکھدیا وللبحث مقام

اگر عمر متعہ کو حرام نہ کرتا تو دنیا میں زنا نہ ہوتا

اخر و یکفیک ما حررنا فی هذه الرسالة و قررنا فی هذه المقالة مستانیاً برب الکعبه فالحمد لله اولاً و اخراً والشکر له ظاهراً و باطناً قاعداً و قائماً و الصلوة و السلام علی محمد و اٰله الاطهار دائما و هیهنا تم المجلد الاول

فی دار الشریعة

مبارک حویلی لاهور

سابع شهر شعبان

المعظم سنه ١٣٢٢ھ

و یتلوه

المجلد الثانی

عنقریب انشاء الله تعالی

حرره خادم الشریعة المطهرة

ابو تراب

سید علی الحایری

لاهوری

فہرست کتب مطبوعہ مصنفہ سلطان العلما ابوتراب مولوی عبید علی حائری لاہوری

غایت المقصود جلد اوّل	جسمیں امام مہدی علیہ السلام کے وجود و ولادت و مقام و سکونت پر بحث اور اُن کے موجود ہونیکے فوائد کادیانی کی تردید قیمت عمر
غایت المقصود جلد دوم	ان کے تولد ہو جانے پر علماء اہل سنت کا اقرار اور دجال و یاجوج و ماجوج و عیسےٰ کی حیات و رفع الی السماء پر بحث ... ... قیمت عمر
غایت المقصود جلد سوم	جس میں امام مہدی کے القاب و اسماء پر بحث اور انکے ظہور و غیبت پر شہادت آیات قرآنی و احادیث نبویؐ اور کادیانی کی تردید قیمت عمر
غایت المقصود جلد چہارم	جسمیں کادیانی کا شرک فی الوحدت کفر فی النبوت و الامامت و المعاد و قبر عیسےٰ و دعوئے نبوت و وحی و الہام کی تردید۔ مضمون طاعون قیمت عمر
منہاج الاسلام	علم کلام کی روح جس میں توحید و نبوت و امامت و معاد کا عقلی و نقلی دلیلوں سے اثبات کیا گیا ہے۔ نوجوانوں کے لئے اسکا مطالعہ واجب ہے قیمت عمر
رسالۃ الغدیر	حضور نبویؐ نے مرتضےٰ علیؑ کو ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں میں اپنا خلیفہ بلا فصل مقرر فرما کر تمام اصحاب سے بیعت لینا اور منکرین کے دندان شکن جواب ۶ر
حجت شاہدہ	جس میں عبدالکریم مرزائی کی خلافت راشدہ کی قلعی کھولدی گئی ہے۔ شیعہ سُنی کی یہ مانی ہوئی کتاب ہے ... ... قیمت ۲ر
سیف الفرقان	فسق و نفاق و کفر و ارتداد و اسلام و ایمان کے معنی کی تحقیق .. ۵ر
بشارات احمدیہ	رسالت نبویؐ اور ائمہ اطہار کی امامت امام حسینؑ کی شہادت کا کتب منزلہ سلف سے ثبوت و رد قادیانی۔ قیمت ... ۶ر
تنقید	
تقلید المقلدین	اجتہاد و تقلید کا حدیث اور قرآن مجید سے ثبوت اور غیر مقلد کا جواب ۱ر
احکام الشکوک	طہارت و نماز و روزہ وغیرہ مسائل کا بیان قیمت .. ۴ر شکیات کا حکم مقدمات نماز سے توابع نماز تک ... ۱ر
بیان الجہر و الاخفات عربی	... ... قیمت ۱ر

فتاوی حائری حصہ	مختلف مسائل مشکلہ کی تحقیق اردو ۴ر
الو[illegible]	غسل جنابت و میت و مس میت اور مسئلہ آکل و ماکول کی تحقیق ۔ قیمت ا/
تنبیہ المومنین	اجتہاد کے شرائط کا بیان اور کیسے مجتہد کی تقلید کرنی چاہیے ۔
سوال وجواب	نکاح سیدہ کا غیر سید سے قرآن وحدیث کا حکم شرعی ۲
خوارق البوارق	اعجازیت قرآن وحدیث وقرطاس کی مفصل تحقیق ۲
حل مالا ینحل	اطفال کفار اور ولد الزنا کا دنیا و آخرت میں شرعی حکم کیا ہے
تقریظات المشاہیر جلد ا	مشاہیر علماء کے خطوط انشاپردازی عربی فارسی زبان میں
ایضاً جلد دوم	ادیبوں کے عربی خطوط .. ..
مناسک حج	واجبات مستحبات مکروہات محرمات وادعیہ وغیرہ حج کے احکام
مقدمات نماز شیعہ	وضو غسل تیمم اور نماز شیعوں کی نماز وتلقین میت .. ..
صوت الصلوٰۃ	ترکیب اور ترجمہ نماز شیعہ .. .. ..
تبصرۃ العقلا	امام حسین کے حالات کا گذشتہ نبیوں سے مقابلہ و کادیانی کی فضیلت کی تردید
تحذیر المعاندین	کتب اہل سنت سے معاویہ کا مرتضےٰ علی پر لعن و جنگ کرنا ...
وسیلۃ المبتلا	ائمہ اطہار کا مصیبت کے وقت وسیلہ نجات ہونا و کادیانی کی تردید ..
مضمون طاعون	بقول کادیانی طاعون غضب خدا ہونے کی تردید .. ..
مفید الصبیان	مسائل ابتدائی بچوں کی تعلیم کے واسطے .. .. ..
اللواء	زمین کربلائے معلیٰ میں مردوں کے دفن کرنے کا ثواب
الہدیٰ	حجر الاسود و کعبۃ اللہ کی طرف سجدہ کرنے کی علت
لمعہ لمعانی	تربت کربلائے معلیٰ میں مُردوں کے دفن کرنے کا ثواب
میزان الاعمال	میزان یوم قیامت کا مفصل بیان اور اعتراضات کا جواب
البرہان	خلافت ابوبکر کے وقت حضرت علیؑ کا دعوے دار تشہاد کرنا
المؤید	پادری صاحب کے سوال کا جواب اور پیغمبر خدا کی فضیلت عیسےٰ پر

رضوی [illegible] مبارک [illegible]